خوشۂ انجم



شاعرِ اہلبیت علامہ نجم آفندی کی رباعیات و قطعات کا مجموعہ

تحقیق و تدوین

ڈاکٹر سید تقی عابدی

خوشۂ انجم

شاعرِ اہلبیتؑ

(علامہ نجم آفندی کی رباعیات اور قطعات کا مجموعہ)

تحقیق وتدوین

ڈاکٹر سید تقی عابدی

کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ

ضابطہ

کتاب	:	خوشۂ انجم
تحقیق و تدوین اور تنقید	:	ڈاکٹر سید تقی عابدی
سنہ اشاعت		2006ء
تعداد		1000
کمپوزنگ		افراح کمپیوٹر سنٹر نئی دہلی۔25
تزئین		الکتاب گرافکس۔ملتان (پاکستان)
ایڈیشن		اوّل
باہتمام		شاکر حسین شاکر
ناشر		کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ (پاکستان)
		فون: 92-61-4510444
قیمت		-/200روپے

فہرست حصّہ اوّل

مطبوعہ و غیر مطبوعہ رباعیات

رَو میں ہے رخشِ عمر

نام	:	سید تقی حسن عابدی
ادبی نام	:	تقی عابدی
تخلص	:	تقی
والد کا نام	:	سید سبط نبی عابدی منصف (مرحوم)
والدہ کا نام	:	سنجیدہ بیگم (مرحومہ)
تاریخ پیدائش	:	یکم مارچ 1952ء
مقام پیدائش	:	دہلی (انڈیا)
تعلیم	:	ایم بی بی ایس (حیدرآباد، انڈیا) ایم ایس (برطانیہ) ایف سی اے پی (یونائٹیڈ اسٹیٹ آف امریکہ) ایف آر سی پی (کنیڈا)
پیشہ	:	طبابت
ذوق	:	شاعری اور ادبی تحقیق
شوق	:	مطالعہ اور تصنیف
قیام	:	ہندوستان، ایران، برطانیہ، نیویارک اور کنیڈا
شریک حیات	:	گیتی
اولاد	:	دو بیٹیاں (معصوما اور رویا) دو بیٹے (رضا اور مرتضیٰ)

تصانیف

شبید(1982ء) جوشِ مودت۔ گلشن رویا۔ اقبال کے عرفانی زاویے، انشاء اللہ خاں انشاء۔ رموز شاعری۔ اظہار حق۔ مجتہد نظم مرزا دبیر۔ طالع مہر۔ سلکِ سلام دبیر۔ تجزیہ یادگار انیس۔ ابواب المصائب۔ ذکر دُر باران۔ عروسِ سخن۔ مصحفِ فارسی دبیر۔ مثنویات دبیر۔ کائنات نجم۔ غالب۔ عاشق محمدؐ وآلِ محمدؐ۔ روپ کنوار کماری۔ دُربار رسالت۔ فکر مطمئنہ۔ خوشۂ انجم۔ دُر دریائے نجف۔ تاثیر ماتم۔ بجی مایا (اردو+ہندی) روشِ انقلاب۔ مصحفِ تغزل۔ جوہر۔

زیر تالیف

تجزیہ شکوہ جواب شکوہ۔ رباعیات دبیر۔ فانی شناسی۔ مصحفِ تاریخ گوئی۔ تعشق لکھنوی۔

ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

دردِ دل

کس کس سے سوال کروں؟

علامہ تجمّل آفندی نے کہا تھا:

میں خود ہوں مطمئن اے تجمّل ادب کی خدمت سے
جگہ نہ دے کہیں تاریخ روزگار مجھے

1 اردو کے مشاہیر شعرائے غزل نے تجمّل کی قدردانی کیوں نہ کی؟

(195) عمدہ اور اعلیٰ ترین غزلوں کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟

کیا 1955ء کا آل انڈیا مشاعرہ یاد نہیں جس میں تجمّل نے مشاعرہ لوٹ لیا تھا؟

2 اردو کے ترقی پسند تحریک کے نمائندوں نے کیوں تجمّل کو نظر انداز کیا؟ اردو ادب میں کسان، مزدور، مزدوری اور سرمایہ داروں کے خلاف نظموں میں پہلی آواز علامہ اقبالؔ اور جوشؔ سے قبل تجمّل کے سوا کس نے بلند کی؟ اگر بقول سلیمانؔ ندوی، حسرتؔ موہانی اسلامی اور سوشلسٹ رجحان رکھ کر بیسویں صدی کے ابوذر غفاری ہو سکتے ہیں اور تحریک کے بھی پسندیدہ شاعر رہ سکتے ہیں تو تجمّل کی مسلمانی کیوں برداشت نہ ہوئی؟

3 نعت کے پرستاروں نے صدہا نعتیہ آبدار اشعار اور سولہ سے زیادہ نعتوں کو کیوں طاقِ نسیاں کے سپرد کیا؟

کیا تجمّل کے اس شعر میں کسی کو شک ہو سکتا ہے؟

اے تجمّل میں ہوں شاعرِ دربارِ رسالتؐ
کیا شک ہے کسی کو مری تصویر کشی میں

4 کیوں افسانہ نویسوں نے عمدہ افسانہ ''چور ماموں'' نہیں پڑھا؟ کیوں ناول نگاروں نے تخلیقی شاہکار ناول ''بندۂ خدا'' کو فراموش کیا؟

شریک حال نہ ہوتی جو تجمّل خودداری
ہمارے غم کا فسانہ غمِ جہاں ہوتا

5 اردو میں کتنے شاعر ہیں جنھوں نے تجمّل کی طرح چھ سو سے زیادہ عمدہ رباعیاں لکھیں؟ کیوں اردو رباعیات لکھنؤ کے پی ایچ ڈی (Ph.d) کے مقالے میں تجمّل کا نام تک نہیں؟ جبکہ پانچ اور دس رباعی کہنے والے افراد کا ذکر آب و تاب کے ساتھ ہے۔ کیا اس قسم کے مقالوں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

6 شاعرِ اہلِ بیتؑ کا خطاب دے کر محبانِ اہلِ بیتؑ کیوں تجمّل سے غافل ہو گئے؟ مولویوں، خطیبوں نے منبر سے کیوں ان کا پیغام نہیں پہنچایا؟ سلاموں، نوحوں، مرثیوں کو لے کر دوسرے انتقادی کلام کو کیوں تلف کر دیا؟ کراچی میں اتنے بڑے شاعر کے جنازے میں کیوں صرف بیس (20) پچیس (25) افراد شریک ہوئے؟

7 کیوں تجمّل کے کلام کو محبانِ اہلِ بیتؑ، گروہانِ نوحہ خوان، پرستارانِ تجمّل، شاگردانِ رشید، عزیز و اقربا نے انتقال کے تیس (30) برسوں میں بھی شائع نہیں کیا؟ اگرچہ تجمّل نے کہا تھا:

ہم تجمّل چار روز کے مہمان ہیں مگر
رہ جائیں گے یہ شعر و ادب کے تبرکات

اردو ادیبوں اور تنقید نگاروں نے اس بیسویں صدی کے عظیم شاعر سے کیوں غفلت

برتی؟ انجم کے (12799) اشعار، (195) غزلیں، (591) رباعیات، (498) قطعات، (16) نعتیں، (81) قصائد، (107) سلام، (144) نوحے، (83) متفرقات کے علاوہ (3) مرثیے، (18) ہندی کلام کے آثار اور کئی نثری کتابیں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ موجود ہیں:

آج اردوے معلّی کی اشاعت کے لئے
یہ غنیمت ہے کہ انجم نکتہ داں باقی رہا

میں نے حقیقت کو پیش کیا ہے:

انجم بہتر ہے تصنّع کی دلآویزی سے
تلخ لہجہ میں حقیقت کا بیاں ہوجانا

9 کانگریس، مسلم لیگ اور دوسرے قومی سیاسی عہدے داروں نے ایسے وطن دوست شاعر کو وطن کی محبت میں کیا دیا؟ جبکہ

ع: منزل انھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

کائناتِ انجم ان تمام سوالوں کا جواب رکھتی ہے۔ صرف گردشِ اوراق شرط ہے۔ شاید یہ میری انجمی عقیدت اور اُردو محبت ہو۔ یہ ایک خوشگوار حادثہ تھا جس کے فیض سے میں کائناتِ انجم کو دریافت کرسکا:

یہ بھی اک حادثہ اُردو کی محبت کا ہے انجم
کنجِ عزلت سے جو باہر نکل آیا ہوں میں

خیر اندیش

سیّد تقی عابدی

ڈاکٹر سید تقی عابدی

نجم آفندی کا زندگی نامہ

نام	مرزا تجمل حسین
تخلص	نجم۔ نجمی
شہرت	نجم آفندی
گھریلو نام	نادر مرزا

تاریخ ولادت : رمضان 1330 ہجری مطابق 1893ء

مقام ولادت : اکبر آباد (آگرہ) کٹرہ حاجی حسن جو پیپل منڈی کے پیچھے واقع ہے۔

والد مرزا عاشق حسین بزم آفندی ۔ معروف شاعر اپنے سگے ماموں سید اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی متوفی 1880ء کے شاگرد رہے ۔ ان کی پیدائش 1860ء میں کٹرہ حاجی حسن آگرہ میں ہوئی۔ شادی آغا حسین صاحب صاحب دیوان شاعر کی بیٹی سے ہوئی۔ دوسری شادی ایک انگریز خاتون سے ہوئی۔ آپ بزم تخلص کرتے تھے۔ معروف غزل گو اور مرثیہ گو شاعر تھے۔ بزم آفندی کا انتقال 23 مارچ 1953ء کو ہوا۔

دادا مرزا عباس بلیغ جو مرزا نجف علی بلیغ کے فرزند تھے جو مرزا فصیح مشہور مرثیہ گو شاعر کے حقیقی بھائی تھے۔ اسی لیے تو نجم آفندی نے مرزا فصیح کی میراث پر فخر کرتے ہوئے فرمایا:

نجم میں ہوں خاک پائے مسند آرائے فصیح
مدح کی دولت ملی ہے ورثۂ اجداد سے

پرداوا: مرزا ہادی علی فیض آبادی۔ مرزا ہادی علی کے تین فرزند تھے۔

(1) مرزا جعفر علی فصیح (2) مرزا نجف علی بلیغ (3) مرزا فصیح۔ ڈاکٹر صفدر حسین مرحوم لکھتے ہیں۔ ''تجم آفندی کے پرداوا ہادی علی فیض آبادی حضرت عقیل ابن ابی طالب علیہ السلام کی نسل سے تھے لیکن جب ان کے بزرگ بلاد ایران میں رہنے لگے تو وہاں ''مرزا'' مشہور ہو گئے تھے۔ ہندوستان میں آمد کے بعد ان کے بزرگ شاہجہاں آباد (دہلی) میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔

معزالدین قادری اسرار و افکار میں لکھتے ہیں۔ تجم آفندی کے پرداوا مرزا ہادی علی فیض آباد کے محلہ ''مغل پورہ'' میں رہتے تھے چنانچہ تجم آفندی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

مرے بزرگوں کا اصلی وطن ہے فیض آباد
مجھے بھی شوق تھا دیکھوں میں یہ در و دیوار

اجداد: تجم آفندی کے اجداد ترک نسل سے تعلق رکھتے تھے جو ہجرت کر کے ہندوستان میں آباد ہوئے۔

بھائی بہن: دو بھائی (1) مرزا اعجاز حسین مرحوم اکیس برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ یہ عمر میں تجم سے بڑے تھے۔

(2) مرزا سلیمان کوکب آفندی، چھوٹے بھائی جن کی صاحبزادی مشہور مرثیہ نگار شاعر باقر زیدی کی شریک حیات ہیں۔ ایک بہن شہزادی قرطیس بانو اختر جہاں کج کلاہ پروین پیدائش 1901 جو بزم آفندی کی دوسری انگریز بیوی کے بطن سے تھیں۔ پروین کج کلاہ عمدہ شاعرہ تھیں۔

شریکِ حیات: 1958ء میں گلے کی کینسر سے انتقال کر گئیں۔ کانپور کے ایک معزز گھرانے کی صاحبزادی تھیں۔

اولاد: (1) پانچ لڑکے۔ جن میں چار لڑکے عباس، کامران، تاجدار اور تسلیم بچپن میں مر گئے اور اکلوتے بیٹے ہمایوں مرزا المتخلص سہیل آفندی حیات ہیں

اور حیدر آباد دکن میں مقیم ہیں۔

(2) سات لڑکیاں۔ ایک بیٹی کا کمسنی میں انتقال ہو گیا۔ دوسری لڑکی نا کتخدا تھی۔ دو بیٹیاں شادی کے بعد پاکستان چلی گئیں اور دو بیٹیاں ہندوستان میں مقیم رہیں۔

تعلیم و تربیت: 1۔ انجم آفندی کی اردو اور فارسی تعلیم گھر پر ہوئی۔

2- قرآن مجید اپنے چچا مرزا ہادی علی سے پڑھا

3- مفید عام اسکول آگرہ سے انگریزی میں مڈل پاس کیا۔ اس اسکول میں اردو فارسی مولوی سلامت اللہ سے اور انگریزی اسکول کے ہیڈ ماسٹر راج کمار سے پڑھی۔

4- اسرار و افکار کے دیباچہ میں معزالدین قادری لکھتے ہیں۔ ''انجم آفندی کو اردو فارسی اور انگریزی کے علاوہ ہندی زبان میں بھی درک ہے۔ ان کی ہندی زبان میں بھی تصنیفات ملتی ہیں۔''

5- ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی دبستان دبیر میں لکھتے ہیں۔ انجم آفندی اردو، فارسی اور عربی اچھی جانتے ہیں اور انگریزی میں بھی اچھا درک رکھتے ہیں۔

6- ڈاکٹر سید نواز حسن زیدی نے انجم آفندی فکر و فن میں لکھا۔ ''اردو فارسی کی حد تک تو یہ بات درست ہے لیکن محض قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کو عربی تعلیم کا حصول سمجھ کر مالک رام اور ڈاکٹر ذاکر حسین کو مغالطہ ہوا ہے۔ خود انجم آفندی نے اپنے خط میں عربی نہ پڑھ سکنے کے بارے میں لکھا ہے۔

7- اردو فارسی اور انگریزی کتابوں کے مطالعہ کا شوق تھا۔ انھیں گھر پر عام طور سے انگریزی ناول کو بھی مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا گیا۔

8- انجم آفندی شمشاد حسین کے نام خط میں لکھتے ہیں ''میری تعلیم اس زمانے کے مڈل تک ہوگی مگر کم از کم انگریزی کی دو ہزار کتابیں ہر قسم کی میری نظر سے گزری ہیں۔

شکل وصورت: شکل وصورت تصویر سے ظاہر ہے جو اس کتاب میں شامل ہے۔
نجم آفندی کا قد تقریباً پانچ فٹ تھا۔ بدن چھریرہ، رنگت سرخ و سپید تھی۔ چہرہ گول خوبصورت ناک اور باریک ہونٹ کے ساتھ بڑے کان اور سر بھی نسبتاً بڑا تھا۔
آخری عمر میں بال بہت کم رہ گئے تھے۔ خشخشی داڑھی جو مونچھوں سے متصل تھی۔
آواز رعب دار اور چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔
وضع اور لباس: نجم آفندی نستعلیق شخصیت تھے۔ وہ مشرقی روایات کے پاسدار اور اسلامی تہذیب کے نمونہ تھے۔ جوش ملیح آبادی نے ساقی جوش نمبر میں لکھا۔
"حضرت نجم آفندی جو اس قدر دین دار و پابند وضع بزرگ ہیں کہ قہقہہ مارنے کو بھی خلاف شرع سمجھتے ہیں۔"
نجم آفندی کے لباس میں سادگی تھی۔ وہ عام طور پر سفید شیروانی، سفید پائجامہ، مخمل کی کالی ٹوپی پہنتے تھے۔ کبھی کبھار کالی شیروانی پر شال اوڑھ لیتے تھے۔ پاؤں میں معمولی سلیپر یا جوتا ہوتا۔ ہاتھ میں ہمیشہ چھڑی رکھتے تھے۔ عینک صرف حسب ضرورت لگاتے۔
غذا و خوراک: نجم آفندی کم خوراک تھے۔ دیسی گھی اور گڑ سے شدید رغبت تھی۔ ان کی گھی اور گڑ کی چاہت کی کئی داستانیں لوگوں نے بیان کی ہیں۔
سیرت و کردار: ہم نجم آفندی کی سیرت اور عالی کردار کے ساتھ عجز و انکساری کا مختصر خاکہ معز الدین قادری اور ذاکر حسین فاروقی کی تحریروں سے پیش کرتے ہیں۔
اسرار و افکار کے دیباچہ میں معز الدین قادری نے لکھا ہے۔ "خاندانی روایات مذہبی تعلیم و تربیت اسلام کی عظیم شخصیتوں کے نقوش قدم کو اپنا راستہ بنانے کی سعی وتمنا نے ان کو کافی متوازن، معتدل مزاج اور بنی نوع انسان کا ھمدرد بنا دیا ہے۔
ان کی آنکھوں میں بصیرت کی چمک ہے اور سنجیدگی کے نہ جانے کتنے راز ہیں۔
انھیں بنی نوع انسان سے محبت ہے۔ شخصی اور مذہبی عقائد پر خود سختی کے ساتھ کاربند ہیں لیکن سیرت و کردار میں کہیں بھی "ملا پن" یا پندار زہد" کے نتیجہ میں

پیدا ہونے والا سوانگ موجود نہیں۔ بُردبار، حلیم، خوش خلق اور مصیبتوں میں مسکرانے والی شخصیت ان کے سارے کلام سے جھلکتی ہے اور انھیں یہ کہنے کا حق ہے

میری تلاش راہ پہ بنتے ہیں آج قافلے
شمع بنائی جائے گی کل میری گردِ راہ کی

بقول جوش ملیح آبادی۔ جہاں تک طبائع کا تعلق ہے، باپ بیٹے میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ وہ ایک رنگین مزاج شاعر تھے اور اِن کو رنگینی کبھی چھو کر نہیں گئی تھی۔ وہ سراپا رند تھے اور یہ سرتا بہ قدم متقی اور خشک قسم کے متقی تھے۔

دبستانِ دبیر میں ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی بیان کرتے ہیں:''

مروّت وضع داری، ایفائے وعدہ، حُسنِ معاشرت اور بڑے چھوٹوں کے ساتھ یکساں برتاؤ آپ کے کردار کی وہ خوبیاں ہیں جو ہر شخص کے دل میں جگہ پیدا کر لیتی ہیں۔ انجم صاحب نے اپنی زندگی کے جو اصول بنائے تھے وہ تاحیات ان پر کاربند رہے اور اخلاقی و روحانی اعتبار سے انھوں نے ایک کامیاب زندگی گزاری اور ان کی کامیاب زندگی ''قابلِ رشک موت'' کی ضامن بن گئی۔

بقول خود:

کچھ شعر جو منقبت میں کہہ لاتا ہے
اس خواب سے اپنے دل کو بہلاتا ہے
موزوں ترے کردار پہ بھی ہے یہ خطاب
تو شاعرِ اہل بیتؑ کہلاتا ہے

شغل و ملازمت:

1- ریلوے محکمہ میں کلرک کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ اس وقت انجم کی عمر بیس سال تھی۔

2- پھر دہلی میں ملازمت کی۔

3- کالکا اسٹیشن اور غازی پور اسٹیشن پر کچھ عرصہ ملازم ہوئے۔
4- تحریک ترک موالات سے متاثر ہوکر ریلوے کی ملازمت ترک کردی اور تلاش معاش میں ردولی پہنچے اور کچھ عرصہ کاشتکاری کی۔
5- جونیئر پرنس معظم جاہ شجیع کے دربار سے منسلک ہوئے۔ ان کے سپرد پرنس کے کلام کی اصلاح تھی۔ تنخواہ بھی اس کام کی پاتے تھے۔ نجم کی ماہانہ تنخواہ دوسو روپے ماہوار تھی۔
6- دربار سے علاحدہ ہوکر مالی پریشانیوں میں بسر کی اور اپنی خود داری کو نبھانے اور پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے چھتہ بازار حیدر آباد میں جوتوں کی دکان تک کھولی۔

تف بر تو اے چرخ پیر کہ شاعر اہل بیت کو اتنی بڑی قوم تنگ دستی میں سہارا نہ دے سکی جبکہ تمام قوم اور تاجر ان کے کلام سے روحانی اور اقتصادی فائدہ اٹھارہے تھے۔ اسی لیے تو اپنے خطوط میں اس طرح گلہ کیا ''آج ہندوستان میں تبت سے راس کماری تک میرے نوحے پڑھے جا رہے ہیں لیکن مالی فائدہ دوسرے اٹھارہے ہیں'' 'کاروان ماتم' لاہور والوں نے میری اجازت و اطلاع کے بغیر شائع کرلی ہے۔ لکھا تو جواب تک نہیں دیتے۔ یہ قدر دانی ہو رہی ہے۔ ہم تکلیف اٹھارہے ہیں اور یہ نفع کمارہے ہیں۔''

شاعری کا آغاز: ۱۲ سال کی عمر میں شاعری کا آغاز کیا۔ ابتدا غزل گوئی سے کی۔ شاہ نیاز وارثی کی غزل پر مصرعے لگائے

زہے عزّو جلالی بو ترابی فخر انسانی
علی مرتضیٰ مشکل کشائی شیر یزدانی

پہلا مشاعرہ:

جس مشاعرے سے نجم کی شاعری کا تعارف ہوا وہ خود ان کے گھر کے سامنے منعقد کیا گیا تھا جس میں اکابر شعرا نے شرکت کی تھی۔ نجم کی غزل کا مطلع تھا:

چاندنی میں تم ذرا گھر سے نکل کر دیکھتے
قبرِ عاشق اور ایک میلی سی چادر دیکھتے

شاگردی: شاعری کے آغاز میں اپنے والد بزمؔ آفندی کی شاگردی کی لیکن بہت جلد ہی اصلاح سے بے نیاز ہو گئے۔

صحبت اساتذہ: نجم آفندی کو گھریلو ماحول کے علاوہ اپنے دہلی کے قیام کے دوران نواب سائلؔ دہلوی، بےخودؔ دہلوی، پنڈت امرناتھ ساحرؔ، منشی امیر اللہ تسلیمؔ، شوکت علی میرٹھی، عبدالرؤف عشرتؔ، ناصر علی خاں مچھلی شہری اور وقارؔ کانپوری جیسے شعرا کی صحبت حاصل تھی۔

انھیں اساتذہ نے نجم کی شعری صلاحیتوں سے متاثر ہو کر کہیں اس نوجوان شاعر کو صدر مشاعرہ بنایا تو کہیں راجہ پنڈراول نے ان کی شاہکار نظم کو (1800)سو روپیوں میں خرید کر یہ رقم یتیم خانہ کی خدمت کے لیے وقف کردی۔ کبھی محفل مقاصدہ میں صفیؔ لکھنوی کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ "نجم صاحب ہم نے بائیس(22) سال اس محفل میں چراغ جلایا ہے اب آپ کی باری ہے۔"

خطاب: ناصر الملت نے نجم آفندی کو "شاعر اہلبیت کا خطاب دیا جو نجم آفندی کے مسلسل اسلام اور قصیدہ نگاری کا اثر تھا۔

یہاں یہ بات بھی خارج از محل نہیں کہ نجم آفندی کے دادا کے بھائی مرزا فصیح کو خلافت عثمانیہ کی جانب سے آفندی خطاب کعبۃ اللہ اور حاجیوں کی خدمت کرنے پر دیا گیا تھا جو نسلاً بعد نسل استعمال ہو سکتا تھا۔

ہم عصر شعراء: حالیؔ، اکبرؔ الہ آبادی، اقبالؔ، سائلؔ دہلوی، منشی امیر اللہ تسلیمؔ، نسیمؔ، حسرتؔ موہانی، صفیؔ لکھنوی، مرزا اوجؔ، دولھا صاحب عروجؔ، مرزا ثاقبؔ، آرزوؔ لکھنوی وغیرہ بزرگ

عمر ہم عصر شعرا تھے جب کہ ان کے ہم عمر شعرا میں فانی، جوش، صدق جائسی، یگانہ، سیماب، مہذب لکھنوی، نسیم امروہوی، رئیس امروہوی، سید آل رضا وغیرہ شامل تھے۔

تلامذہ: نجم آفندی کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خود انھوں نے جو فہرست جلیس ترمذی کو روانہ کی تھی اس میں (69) نام تھے۔ وہ بعد میں بڑھ کر (72) ہوگئی، اور کچھ اس طرح ہے جسے ڈاکٹر سید نواز حسن زیدی نے نجم آفندی فکر و فن میں نقل کیا ہے۔ رعنا اکبر آبادی، جعفر مہدی، رزم رودلوی، صفدر حسین کاظمی، عبدالسعید رشک، عابد مرحوم، وزارت علی، علی انجم اکبر آبادی، مرزا عبدالکریم مضطر، کوکب اکبر آبادی، جلیس ترمذی، انتظام الحسنین، خاور نوری، سعید شہیدی، مرزا عادل، ساجد رضوی، شاہد حیدری، عازم رضوی، قائم جعفری، عباس عابدی، خورشید جنیدی، باقر منظور، طاہر عابدی، خواجہ ضمیر، کاوش حیدری، منجو قمر، راحت عزمی، تصور کرت پوری، عباس زاہد، شہید یار جنگ، ہشیار جنگ، ڈاکٹر اختر احمد، تجسم نظامی، طالب رزاقی، حرماں خیر آبادی، عاصم جمیل، ساحر نجمی، سعید السائے، زیبا رودلوی، پرنس معظم جاہ شجیع، ہاشم جاں بہادر، اختر زیدی، حسن مدنی، اثر غوری، کاظم رشک، شاغل حیدر آبادی، صمیم حیدر، محب جاورہ، صادق نقوی، سوز رضا ترمیم، تقی عسکری، اقبال عابدی، سید جعفر حسنین، زاہد رضوی، ظہیر جعفری، آغا ماجد، باذل عباس ضیغم، سائر، ثاقب، سعادت نظر، عبدالحی خاں، شارق، بانو سید پوری، نظیر سیوری، عقیل نجمی، سہیل آفندی، روپ کماری، بیدار نجفی اور وفا ملک پوری وغیرہ۔

ڈاکٹر نواز حسن زیدی لکھتے ہیں کہ تلامذہ کی اصلاح کے وقت نجم آفندی کے ہاں وہی جذبہ کارفرما ہے جسے عشق اہل بیت کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ تلامذہ کے کلام کی اصلاح کے لیے باقاعدہ اصول وضع کر رکھے تھے۔ شاگردوں کے خطوط کے جواب میں لکھتے ہیں۔ "مجھے امید نہیں کہ جلد تمھارا کلام دیکھ کر بھیج سکوں گا۔ از روئے انصاف سلسلہ وار دیکھتا ہوں" آج کل چار طرف سے

پاکستان اور ہندوستان سے اصلاح کا کلام آرہا ہے۔ سر اٹھانے کی مہلت نہیں۔
دماغ بھی کام دیتا ہے تو ہاتھ کانپتا ہے کس کس کو منع کروں اور کیسے ممکن ہے مدح
اہل بیت کا مسئلہ ہے۔

مدت مشق سخن: تقریباً ستر (70) سال

مسافرت برائے شاعری: دہلی، کانپور، لکھنؤ، حیدرآباد، کراچی، کلکتہ، بنارس، لاہور ہی
نہیں بلکہ دور دراز کے چھوٹے مقامات پر بھی تبلیغ پیامِ اہل بیت میں مشغول
رہے۔ چنانچہ فیض آباد، بریلی، بارہ بنکی، سیتاپور، بھرت پور، اجین، مدراس اور
بلرام وغیرہ کے لوگ بھی موصوف کے کلام کے دلدادہ رہے۔

زیارت عتبات عالیہ: 1950ء اگست میں زیارتوں کے لئے عراق گئے اور مختلف
مقامات مقدسہ پر حاضری دی اور اپنے تاثرات کو منظوم لکھ کر "تاثرات زیارت"
کے عنوان سے شائع کیا۔

تصنیفات: راقم کو کائنات نجم آفندی مرتب کرتے ہوئے مشکلات کا سامنا کرنا
پڑا۔ نجم آفندی کی تصانیف تقریباً عنقا ہیں۔ نجم آفندی کی چالیس(40) سے زیادہ
تصانیف شائع ہوئیں۔ سب سے پہلی تصنیف ان کے کلام کا مجموعہ 1917 میں
اور آخری تصنیف "لہو قطرہ قطرہ" ان کے انتقال کے چار سال بعد 1979ء میں
شائع ہوا۔ علامہ ضمیر اختر نقوی نے لکھا ہے کہ نجم آفندی نے حیات میں چند
تصانیف مرتب کی تھیں مثلاً "گلدستہ نعت" "مذہبی رباعیات" "قومی اور مذہبی
نظموں کا مجموعہ" "خودنوشت سوانح حیات" جو نامکمل رہ گئی تھی جو کبھی شائع نہ
ہوئیں۔ نیز نجم کے مضامین کا کوئی مجموعہ بھی ترتیب نہیں دیا گیا۔

نجم مرحوم کی تصانیف کی فہرست جو ضمیر اختر نقوی نے مرتب کی ہے یہاں پیش کی
جارہی ہے۔ باضافہ چند تصانیف جو بعد میں شائع کی گئی ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	سن طباعت	مطبع	تفصیلات
1	پھولوں کا ہار	1917ء	آفندی بک ڈپو، آگرہ	پہلا مجموعہ کلام ادبی، اخلاق قومی نظموں کا مجموعہ۔ 22 نظمیں جو شیعہ کانفرنس میں پڑھی گئی تھیں۔
2	قصائد انجم	1943ء	آفندی بک ڈپو، آگرہ	رباعیات (32) قصائد اور نظمیں (25)
3	تہذیب سودت	1943ء	تاج پریس یوسف آباد حیدرآباد	رباعیات (140)
4	اشاراتِ غم حصہ اول	1938ء	احباب پبلشرز، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض (32) نوحے
5	اشاراتِ غم حصہ دوم	1938ء	احباب پبلشرز، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض (33) نوحے
6	اشاراتِ غم حصہ سوم	1938ء	احباب پبلشرز، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض (21) نوحے
7	کربل کی آہ	....	کتب خانہ اثنا عشری لکھنؤ	جدید نوحہ جات (9) نوحے
8	آیاتِ ماتم	1361ھ	نظامی پریس لکھنؤ	نوحوں کی بیاض
9	تصوراتِ غم	1943ء	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	نوحوں کی بیاض
10	کربل نگری	1361ھ	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی پر لکھی گئی نظم (اردو۔ ہندی)
11	اسلام پوتھی	1380ھ	امامیہ مشن لکھنؤ	طویل مثنوی آغاز اسلام سے ہجرت حبشہ تک (اردو۔ ہندی)
12	فتح مبین	1943ء	نظامی پریس لکھنؤ	ایک مرثیہ۔ 5 سلام، 9 رباعیات

13	بیاضِ نجم	1950ء	مکتبہ سلطانی، بمبئی	نوحہ جات، حصہ اول 53 نوحے، حصہ دوم 81 نوحے
14	شاعرِ اہل بیت جیل میں	1939ء	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	قومی نظموں اور قطعات کا مجموعہ
15	حسینی سنسار	1364ھ	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	نوحہ جات
16	کاروانِ ماتم	......	کتب خانہ اثنا عشری	54 نوحے اور سلام
17	پریم بھگتی	......	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	ہندی نظموں کا مجموعہ اردو رسم الخط میں
18	دارالسلام	......	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	جدید رنگ کے سلام
19	تاثراتِ زیارت	1950ء	الیکٹرک پریس، حیدرآباد	زیارت سے متعلق منظوم خراجِ عقیدت
20	نصابِ دینیات	1364ھ	مطبع حیدری، حیدرآباد	بچوں کے لئے مختصر دینی احکامات (نثر)
21	شہیدوں کی باتیں	1952ء	رضا کار بک ڈپو، لاہور	کربلا والوں کے اقوال اور کارنامے (نثر)
22	حسینؑ اور ہندوستان	......	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	ہندوستان کا امام حسینؑ سے روحانی تعلق (نثر)
23	لغات المذہب	1961ء	رضا کار بک ڈپو، لاہور	ایک ہزار مذہبی الفاظ پر مشتمل لغت (نثر)
24	چوراماموں	1349ھ	زاویہ ادب، حیدرآباد	بچوں کے لئے مختصر اخلاقی افسانہ (نثر)

25	چاند کی بیٹی	......	......	......(نثر)
26	پھول مالا	......	......	......(نثر)
27	معراج فکر	1959ء	رضا کار بک ڈپو، لاہور	مرثیہ
28	اسرار وافکار	1971ء	ادارۂ قدر ادب، حیدرآباد	چارسو رباعیات وقطعات
29	قصائد نجم	1372ھ	تاج پریس حیدرآباد	سولہ قصائد کا مجموعہ
30	جانِ کربلا	1960ء	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	(نوحے + سلام)
31	معرکۂ غم	......	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	(نوحے + سلام)
32	دکھ کا ساگر	......	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	(نوحے + سلام)
33	کاروانِ عزا	......	عزادار بک ڈپو	(نوحے + سلام)
34	ترقی کی برکتیں	......	......	......(نثر)
35	قصائد قدسی	......	مطبوعہ شمسی پریس آگرہ	قصائد
36	ستارے	1364ھ	دکن اردو اکادمی	نظموں کا مجموعہ
37	بندۂ خدا	1969ء	کاظمی پرنٹنگ پریس	ایک مذہبی ناول (نثر)
38	نفس اللہ	......	دائرہ الیکٹرک پریس، حیدرآباد	......(نثر)
39	ترقی پسندوں کے نام	......	......	......(نثری کتاب)
40	رباعیاتِ نجم آفندی	......	امامیہ کتب خانہ لاہور	(145) رباعیات
41	پنجتنی قصائد	......	......	قصائد
42	(غیر مطبوعہ) رباعیات	1976ء	اعجاز پرنٹنگ پریس، حیدرآباد	(30) رباعیات
43	لہو قطرہ قطرہ	فروری 1979ء	پرنٹنگ محل، ناظم آباد، کراچی	50 منتخب غزلوں کا مجموعہ

طن پرستی اور انگریز نفرت:

سچ تو یہ ہے کہ برصغیر نے علامہ تجم آفندی کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور آزادی کے بعد ع: منزل انھیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔

وطن دوستی انگریز نفرت اور قومی محبت تجم آفندی کے ریشہ ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ذیل میں چند واقعات اور حکایات ہمارے دعویٰ کے ثبوت ہیں۔

1. ابتدائی عمر میں جب اسکول میں کسی ہندو لڑکے سے جھگڑا ہونے کے بعد ان کے ہیڈ ماسٹر راج کمار کے جملہ "تم دونوں مل کر تیسرے کو کیوں نہیں مارتے؟" نے فوراً انگریزوں کے خلاف متحد ہونے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اپنی خودنوشت میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "میرے دل نے آواز دی کہ تیسرے سے مراد انگریز ہے جس کی غلامی کی صعوبتیں ہم برداشت کر رہے ہیں لیکن اس کو مار بھگانے کی جسارت نہیں کرتے۔"

2. تجم آفندی کی کھدر پوشی سے تنگ آ کر ان کے انگریز افسر نے ان کا تبادلہ سزا کے طور پر اسنسول کر دیا۔ چنانچہ بعد میں تجم نے تحریک ترکِ موالات سے متاثر ہو کر سرکاری ملازمت سے ہمیشہ کے لئے استعفےٰ دے دیا۔

3. انگریزوں کے استعمار سے بیزار ہو کر زمانہ طالب علمی میں ایک چھوٹی سی انجمن بنائی جس کا خفیہ ایجنڈا انگریزوں سے ان ہی کے ہتھیاروں سے مقابلہ اور قومی ملی یکجہتی تھا۔ اس انجمن کے ممبر ایک خاص قسم کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد یہ انجمن رشتوں کے بھائی کی سازش سے ختم ہو گئی۔

4. سرکاری ملازمت سے علاحدگی کے بعد قومی اور مذہبی رجحان نے تقویت پائی چنانچہ ایک طویل پچیس (25) بند کی نظم "دُرِ یتیم" لکھی جو "پھولوں کا ہار" مجموعۂ کلام میں شامل ہے اور اس نظم کے ساتھ یہ نوٹ بھی لکھا ہے کہ یہ وہی نظم

ہے جس نے شیعہ کانفرنس کے آٹھویں اجلاس منعقدہ الٰہ آباد میں حشر برپا کر دیا تھا اور جس پر راجہ سید ابو جعفر صاحب نے ساڑھے چار ہزار روپے نچھاور کر دیے تھے۔

5. نجم آفندی نے اپنی تصنیف ''ترقی کی برکتیں'' میں ہندو مسلم اتحاد پر زور دیتے ہوئے لکھا۔ اس وقت ہندو مسلم اتحاد کی بہترین صورت یہ ہے کہ دونوں قوموں کے نوجوان اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے طاقت ور بازوؤں کا صحیح مصرف کریں اور اپنے مضبوط ہاتھوں سے فساد روک کر ملک کی سب سے بڑی خدمت کریں۔

6. نجم آفندی جلیس ترمذی کے خط میں لکھتے ہیں: ہندو قوم کے افراد نے گاندھی جی کو ختم کر کے دنیا کو یہ بتا دیا ہے کہ ہندوستانی ذہنیت کہاں تک پست ہو سکتی ہے۔

7. نجم آفندی کانگریسی تھے اور اسی لئے کانگریسی مشاعرے بھی کروائے۔ ایک مشاعرے میں تو ردیف ''کھدر'' رکھی گئی۔ انگریز دشمنی اور وطن دوستی نے نجم کو کانگریسی بنا دیا۔ اپنی خود نوشت میں لکھتے ہیں۔ ''ہم نے ایسے بھی مشاعرے کئے ہیں جن کا مقصد حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا تھا۔ ایسے مشاعروں کو کانگریسی مشاعروں کا نام دیا جاتا تھا۔ میرے ایک دوست برہم سروپ خار میرٹھی میری طرح پکے کانگریسی تھے۔

8. ترقی کی برکتیں میں لکھتے ہیں: ''ہندوستان کی بدقسمتی سے ہندو مسلم اختلاف پیدا ہوا۔ تضاد بڑھنے لگا اور آج وہ نوبت آئی کہ مسلم لیگ کو پاکستان کی تجویز پیش کرنی پڑی۔

صدمات:

1. سرکاری نوکری سے استعفیٰ کے بعد مالی بحران سے دوچار رہے۔ ماہنامہ

''مشورہ'' جاری کیا لیکن مالی حالت بدتر ہوگئی۔

2. پرنس معظم جاہ کے شاہانہ مزاج کو برداشت نہ کرسکے اور نوکری ترک کردی۔ کچھ دنوں کی فارغ البالی پھر مالی بحران میں تبدیل ہوگئی۔

3. 1953ء میں والد کا انتقال ہوگیا۔

4. 1958ء میں اہلیہ کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔

5. برادر خرد کوکب آفندی اور دو بیٹیوں کا پاکستان میں ہمیشہ کے لئے آباد ہونا۔

علالت اور مرض الموت:

نجم آفندی کو پرنس معظم جاہ شجیع کی درباداری نے نیند کی گولیوں کا محتاج کردیا تھا، چنانچہ آخری عمر تک ان زہریلی دواؤں کا اثر باقی رہا۔ اعصاب میں تناؤ کم خوابی، لاغری اور ضعف کے علاوہ آخری عمر کے حصے میں معدہ، جگر، قلب کی بیماریاں اور رعشہ و ثقل سماعت سے دوچار رہے۔ آخری عمر جو پاکستان میں گزری عموماً بہت کم باہر نکلتے تھے اور زیادہ تر بستر پر لیٹے رہتے تھے۔

پاکستان میں:

1. نجم آفندی پہلی بار اپریل 1971ء میں بمبئی سے بحری جہاز میں سوار ہوکر کراچی کی بندرگاہ پر اترے۔ کراچی میں چند مہینے قیام کرکے وہ لاہور گئے پھر کراچی آتے جاتے رہے۔ نجم صاحب محافل شعروسخن، مشاعروں مسالموں، مقاصدوں اور مجلسوں میں شرکت فرماتے رہے۔ پاکستان میں تقریباً ہر بڑے اور معروف ادیب، شاعر اور خطیب سے ملاقاتیں رہیں۔ ان کا کلام روزناموں، رسالوں، جریدوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں قیام کے دوران بعض اوقات اپنی یادداشتیں ایک ڈائری میں بھی مرتب کیں جو ان کی ملاقاتوں اور محفلوں کی عمدہ یادگاریں ہیں۔

وفات : تاریخ 17/ذی الحجہ 1395 ہجری مطابق 21/دسمبر 1975ء

وقت : ½9 بجے صبح

مقام : کراچی

دن : اتوار

غسل میت : وصیت کے مطابق مکان پر ہوا

نمازمیت : بارگاہ رضویہ سوسائٹی میں پڑھائی گئی

دفن : سخی حسن دربار کے قبرستان واقع نارتھ ناظم آباد ہوا۔ شفیق اکبر آبادی نے تلقین پڑھائی۔ سوئم کی مجلس رضویہ سوسائٹی کے امام باڑے میں ہوئی۔ سید ضمیر نقوی صاحب نے مجلس پڑھی۔ جنازہ میں صرف پچیس تیس افراد نے شرکت کی۔

قطعات، اشعار اور مصرعہ تاریخ وفات

1. جناب نسیم امروہوی:

لکھ دو نسیم باکمال قبر پہ سالِ انتقال
بقعۂ پاک محوِ خواب شاعرِ اہلِ بیت نجم

1975ء

2. جناب رئیس امروہوی:

فراقِ نجم آفندی مرحوم
"غروب انجم نجم" اے قلم لکھ

1395ھ

3. جناب فیض بھرت پوری:

رحلت شاعرِ فنا فی اللہ
نجم آفندی اکبر آبادی

1975ء

4. جناب ساحر لکھنوی

سال رحلت کے لئے قبر پہ لکھ دو ساحر
نجم ہے دامنِ مدفن میں ستارے کی طرح

1395ھ

5. جناب کسریٰ منہاس:

ذرِیک دانہ نکتہ داں شاعر

1395ھ

شاعرِ نکتہ داں گرامی تبار

1975ء

6. جناب نیساں اکبرآبادی

تذکرہ اہلِ بیت جس کا تھا شغلِ سخن
خلد میں وہ آگیا شاعرِ شیریں نوا

1975ء

7. جناب خلش پیراصحابی:

الف سے الم کے خلش اب تو یوں
ہے لکھا غم نجم دائم رہا

1 + 1394 = 1395ھ

8. جناب باقر امانت خوانی:

اس طرح باقر نے کھینچا منظرِ سالِ وفات
اب فلک سے شاعری کے نجم ٹوٹا جلوہ ریز

1975ء

9. پروفیسر فیضی:

بتائید الٰہی یہ شرف فیضی انہی کا تھا
عزادار شہید کربلا تھے نجم آفندی

1975ء

10. جناب شائق زیدی:

رہے وہ اے شائق بہ تجمل شاعر اہل بیت جہاں میں
پڑھتے ہوئے آیاتِ ماتم نجم گئے ہیں باغ جناں میں

1395ہجری

11. جناب فضل الدین فدا

تعزیت نامہ پاسدار اہل حق

1395ہجری

وفاتِ حسرت آیات جلیل القدر

1975ء

مربع کرم خسرو اقلیم دانش

1975ء

برگزیدۂ رحمٰن نازش ملت نجم آفندی اعلی اللہ مقامہ

1975ء

وحید زماں بلند آستاں نور اللہ مرقدہ

1395ہجری

یہ صدمہ کس قدر غم آفریں ہے نظر بے چین دل اندوہ گیں ہے
فدا لکھ نجم کی تاریخ رحلت بلا شک ساکنِ خلدِ بریں ہے

1395ہجری

تعداد کل کلام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ

علامہ نجم آفندی

نمبر شمار	صنفِ سخن	تعداد	تعداد اشعار
.1	غزلیں	195	1932
.2	رباعیات	591	1182
.3	قطعات	498	1001
.4	نعت	16	304
.5	قصاید	81	2519
.6	سلام	107	1375
.7	مراثی	3 (209بند)	627
.8	نوحے	144	2237
.9	تاثیر زیارات	10	128
.10	متفرقات	83	1036
.11	ہندی کلام	18	458
کل اشعار = (12799)			

علّامہ نجم آفندی

کی

رباعیات اور قطعات

کا مجموعہ

حمدیہ رباعیات

(1)

کیا حسن وضیاء سورۂ الحمد میں ہے
روحِ دوسراء سورۂ الحمد میں ہے
لائے گا کہاں سے حمد کرنے والا
جو حمدِ خدا سورۂ الحمد میں ہے

(2)

توحید کا ربط کیا سخن دانی سے
مرعوب ہوں جلووں کی فراوانی سے
کوشش وہ سمجھنے کی ترے کیوں کرتا
عرفاں ہے ترا جسے حیرانی سے

نعتیہ رباعیات

(1)

ہے نورِ محمدؐ سراپا باقی   دنیا فانی ہے وجہِ دنیا باقی
بندوں کا بھی محبوب خدا کا بھی حبیب   اب اور دو عالم میں رہا کیا باقی

(2)

حاصل تھی جسے نام ونسب کی معراج   جس کے لیے تھی رحمتِ رب کی معراج
کیا پوچھتے ہو نعت گو شاعر کا مقام   توصیفِ پیمبرؐ ہے ادب کی معراج

(3)

مفہومِ رسولؐ عربی ہیں احمدؐ   مکی مدنی مطلبی ہیں احمدؐ
گذرے ہیں ہزار آدم و عالم بھی اگر   ہر آدم و عالم کے نبی ہیں احمدؐ

(4)

محفوظ ہے اسلامِ رسولؐ عربی   اے صلِّ علیٰ نامِ رسولؐ عربی
ہر دور میں اخلاق کی تکمیل ہوا   سرمایۂ پیغامِ رسولؐ عربی

(5)

کیا حسن کا معیار لیے آئے رسولؐ   کس کس کو نصیب ہے تولائے رسولؐ
ہے وحدہٗ لاشریک بھی میرا شریک   احدیت کی حد میں ہے وہ شیدائے رسولؐ

(6)

موزوں تھے سب انبیاء نبوت کے لیے   مخصوص محمدؐ تھے ہدایت کے لیے
مطلوب ہیں بندوں کے خدا کے محبوب   ایسا تو رسولؐ ہو رسالت کے لیے

(7)

بیکار یہ جسم و روح کی بحث ہے آج
سر پر مرے آقاؐ کے ازل سے ہے یہ تاج

کیا اس کے لیے عرش پہ جانے کا سوال
جب فرش پہ حاصل ہو مقامِ معراج

(8)

قدرت سے ملی ہے چشمِ بینا اے دوست
تو نے کبھی دیکھا کبھی سمجھا اے دوست

یہ کون ہیں بھاگتے ہیں دنیا کی طرف
دیندار وں سے بھاگتی ہے دنیا اے دوست

(9)

کتنا ہی حسین ہو خیالِ سرورؐ
سمجھے گا نہ تو صورتِ حالِ سرورؐ

اللہ جمیل ہے اگر یاد تجھے
اس آئینہ میں دیکھ جمالِ سرورؐ

(10)

پابوس نہ کیوں ہوں بحر و بر ختمِ رسلؐ
حیران ہو جب فکرِ بشر ختمِ رسلؐ

اب تیرے مقام کا تعین کیا ہو
جنت ہے تری راہگذر ختمِ رسلؐ

(11)

دنیا میں نہ تھی شئی کوئی شایانِ رسولؐ
سمجھیں گے وہی جن کو ہے عرفانِ رسولؐ

اللہ کا ہے کوئی محل اور نہ مقام
یہ عرش حقیقت میں ہے ایوانِ رسولؐ

(12)

ایوانِ رسولؐ کا ہے ٹکڑا طیبہ
کس میں ہے یہ دم کہے ہمارا طیبہ

آخر یہ زمیں پر کہیں رہتے سہتے
جنت سے انہیں کے لیے آیا طیبہ

(13)

وہ سرِّ خفی نصِ جلی کی معراج
اس شان کی تھی کہاں کسی کی معراج
حاصل اُسے عرش پر بھی تھی فرش پر بھی
کیوں بحث میں لاتے ہو نبی کی معراج

(14)

زور اپنا جو دکھلائیں محمدؐ والے
کونین سے ٹکرائیں محمدؐ والے
یہ عالمِ امکاں ہے مسلّم لیکن
ممکن نہیں مٹ جائیں محمدؐ والے

(15)

آدم مابین آب و گِل تھے جب سے
روشن تھی فضا نورِ حبیبؐ رب سے
اپنی ہستی سے بے خبر آدم زاد
کیا جانے کہ ہے ذاتِ محمدؐ کب سے

(16)

شاہان جہاں کی کجکلاہی نہ چلی
یاں ایک کی بھی جہاں پناہی نہ چلی
اللہ رے فقرِ مصطفےٰؐ کے تیور
ان کے آگے کسی کی شاہی نہ چلی

(17)

احساسِ حیات کو جگانے والا
حکمت کے حدود کو بڑھانے والا
کتنے پیغمبروں کے بعد آیا ہے
انسان کو انسان بنانے والا

(18)

رفعت کا وہ کس فضا میں محتاج رہا
جس کے سر پر ازل سے یہ تاج رہا
معراج سرِ عرش ہے کیوں بحث طلب
وہ فرش پہ بھی صاحبِ معراج رہا

(19)

یوں پہلے پہل تو سامنا کیا کرتا چپ چاپ خدا کا نور دیکھا کرتا
جس راہ سے لے گئی حلیمہ اُس کو میں ہوتا تو ہر قدم پہ سجدا کرتا .

(20)

روشن بہ گر کائناتِ ممکن آیا تکمیلِ نوازشات کا سِن آیا
کعبہ آواز دے خلیلِ حق کو جس دن کی دعا مانگی تھی وہ دن آیا

(21)

دنیا میں پیمبروں کا سلطان آیا انسان کی عظمت کا نگہبان آیا
سیرت ایسی بدل دیا نظمِ جہاں صورت ایسی کہ جس پہ قرآن آیا

(22)

خدمت یہ کسی نبیؑ ولی سے نہ ہوئی وابستہ کسی پیمبری سے نہ ہوئی
کامل تھے سبھی مگر محمدؐ کے سوا اخلاق کی تکمیل کسی سے نہ ہوئی

(23)

مدہم تھا چراغ روشنی پوری کی تعمیرِ نجاتِ آدمی پوری کی
اللہ رے پیغمبرِ خاتمؐ کا کمال ہر ایک پیمبر کی کمی پوری کی

(24)

اُس حلقۂ اربابِ ولا میں ہوتے انصار میں ہوتے رفقا میں ہوتے
سنتے ہیں کہ ہر نبی کو حسرت یہ رہی ہم اُمتِ محبوبؐ خدا میں ہوتے

(25)

اے خیرِ بشر کاشفِ اسرارِ حیات
تیری ہی تجلّیاں ہیں انوارِ حیات
انسان ہیں اپنی کوششوں کی حد میں
آزادِ حیات اور گرفتارِ حیات

(26)

تکمیل نمودِ کبریائی نہ ہوئی
پوری غرض جلوہ نمائی نہ ہوئی
تو ذکر احد میں شان دیکھ احمدؐ کی
یہ وہ ہیں بغیر ان کے خدائی نہ ہوئی

(27)

ہر چیخنے والا جو نبی ہوجائے
پیغام خدا کا دل لگی ہوجائے
ہے ختم نبوت پہ نبوت کی ہوس
کم ہے یہ شرف کہ آدمی ہوجائے

(28)

ہنگامۂ زیست میں کمی کیا معنی
مرجھائی ہوئی دل کی کلی کیا معنی
الفت میں نبیؐ کی دل اگر زندہ ہے
یہ موت کی شکل زندگی کیا معنی

(29)

ساقی مجھے مستِ مئے وحدت کردے
تقدیمِ رسالت کے لیے شہپر دے
طیبہ میں پہنچنے کا ہے ارماں دل کو
فاراں پہ جو چمکی تھی وہ بجلی بھر دے

(30)

ممکن نہیں اور کوئی جذبہ بھر دو
ترکِ الفت پہ دل کو مائل کردو
اب تک مجھے یاد ہے کسی کا کہنا
اس ہاتھ پہ چاند اس پہ سورج دھر دو

(31)

عاشق ہے خدا انہیں بنایا جب سے
یوسفؑ بھی حسیں نہیں حبیبِ رب سے
ایسا نقاش ہو تو ایسا نقشہ
نقشِ اول ہے اور بہتر سب سے

منقبتی رباعیات

(1)

جلوہ سے ہوا عالمِ امکاں آباد — عالم نے کہا جلوۂ جاناں آباد
پیدا جو ہوئے خانہ کعبہ میں علیؑ — کعبہ نے کہا خانۂ احساں آباد

(2)

کس شان سے دامنِ رسالتؐ میں کھِلا — ایسا کوئی گُل نہ باغِ جنّت میں کھِلا
تا مہدیؑ دیں علیؑ کی خوشبو نکلی — جو پھول بھی گلشنِ امامت میں کھِلا

(3)

اللہ کے گھر میں آنے والا آیا — دیوار کو در بنانے والا آیا
کہہ دو اصحابِ کہف سے جاگ اٹھیں — سوتی دنیا جگانے والا آیا

(4)

دنیا میں خدا کا دین لانے والا — قرآن کا وہ حسین لانے والا
اللہ کے گھر سے ڈھونڈھ کر لاتا ہے — سب سے پہلا یقین لانے والا

(5)

کیا بازوئے مصطفیٰؐ نے پائیں آنکھیں — مولودِ خدا شناسِ حق ہیں آنکھیں
دیکھی تو نبیؐ کی پہلے صورت دیکھی — اسلام کی روشنی میں کھولیں آنکھیں

(6)

ہر جان و دل علیؑ مہ عید ہوا — سنتے ہیں یہ دور قابل دید ہوا
چی چی نہ کیوں ہو جنت بہ بغل — کھلتے ہی یہ گل بہارِ توحید ہوا

(7)

ہے امن واماں کا گھر وطن کی صورت
دنیا میں ہے جنت کے چمن کی صورت
اسلام کو دامن میں علیؑ نے اپنے
پالا ہے حسینؑ اور حسنؑ کی صورت

(8)

دین و دنیا میں کار فرمائی لی
بندوں میں خدا سے شانِ یکتائی لی
آمد سے نبیؐ کی یا علیؑ حق چونکا
تم آئے کہ اسلام نے انگڑائی لی

(9)

بے پردہ ہوئی کلی کلی کی خوشبو
اللہ کے آیاتِ جلی کی خوشبو
ایمان کا جب غنچۂ بے داغ کھلا
پتی پتی میں تھی علیؑ کی خوشبو

(10)

دنیا کو یہ آفتاب دینے والا
فردوس کو یہ شباب دینے والا
وہ کون ہے اور اگر یداللہ نہیں
اٹھے تو کوئی جواب دینے والا

(11)

انصاف سے دل کو تھام لیتے ہیں نبیؐ
حق کے لفظوں سے کام لیتے ہیں نبیؐ
آیا جب سامنے فضیلت کا سوال
آخر کو علیؑ کا نام لیتے ہیں نبیؐ

(12)

واعظ مجھے معلوم ہے جوہر تیرا
کیا دور ہے فردوس میں ہو گھر تیرا
کوثر کی ہے تشنگی تو لے یہ بھی سہی
ساقی میرا ہے اور کوثر تیرا

(13)

دنیا میں کہاں علیؑ سا انساں پیدا
ہوش آتے ہی کیا کیا ہوئے ساماں پیدا
پہلے یہی مادر نے خبر دی ہوگی
کعبہ میں ہوئے تھے تم مری جاں پیدا

(14)

جو پھول کھلا تیری محبت میں کھلا
دنیا میں کھلا کہ باغ جنت میں کھلا
کعبہ کے چمن سے جاکے لے آئے نبیؐ
اسلام کا گل علیؑ کی صورت میں کھلا

(15)

ہوتی ہے جو کچھ اس کی رضا دیتا ہے
کیا جانیے کیا لیتا ہے کیا دیتا ہے
پیدا ہوتا ہے اپنا کعبہ میں امامؑ
بندے لیتے ہیں اور خدا دیتا ہے

(16)

توصیفِ علیؑ کسی کا مقدور نہیں
اس باب میں بحث ہم کو منظور نہیں
خود وجہِ خدا نقشِ خدا کہتے ہیں
نزدیک نصیریت سے ہیں دور نہیں

(17)

میخانہ وحدت سے منگالے کوئی
یا پھر مرا ظرف آزمالے ساقی
اب ساقیؑ کوثر پہ جمی ہیں نظریں
ساغر میرے آگے سے اٹھالے ساقی

(18)

کوئی تو خفی کوئی جلی کہتا ہے
مولاؑ ہے مرا یہ ہر ولی کہتا ہے
سنتے نہیں تم یہ ہے سماعت کا قصور
غنچہ کھلتے ہی یا علیؑ کہتا ہے

(19)

وہ صوم و صلوٰۃ کی ہے منزل ساقی
گم صم ہیں جہاں زاہدوں کے دل ساقی
ہو حق ہے یہاں جشن ہے بیداری ہے
رندانِ بلا کی ہے یہ محفل ساقی

(20)

سر جھکتے ہیں سب کے سربلند اتنا ہے
حیراں ہے زمانہ فتح مند اتنا ہے
اللہ نے نام دے دیا ہے اپنا
بندہ ہے مگر اس کو پسند اتنا ہے

(21)

ہر قوم کی نظروں میں گرامی ہیں علیؑ
اک عام برادری کے حامی ہیں علیؑ
اس وقت کا اتحاد ہے اس کا گواہ
دنیا میں اخوت کے پیامی ہیں علیؑ

(22)

دیتی ہے حدیث یہ گواہی ساقی
ہے ذکر ترا یادِ الٰہی ساقی
اب کیا دے گا کوئی نصیری کا جواب
ایمان کا حافظ ہے خدا ہی ساقی

(23)

غافل سُن جائیں باخبر کی باتیں
بے کار ہیں سب اِدھر اُدھر کی باتیں
مولودِ حرم نبیؐ کی آغوش میں ہے
بندے پوچھیں خدا کے گھر کی باتیں

(24)

سُن آئے ہیں خود نبیؐ وصی کی آواز
معمورۂ عرش پر علیؑ کی آواز
رکھتے نہیں گوش ہوش مومن اے انجم
دل کی دھڑکن میں ہے کسی کی آواز

(25)

مولودِ علیؑ سا جب کہ پائے کعبہ
پھر نور سے کیوں نہ جگمگائے کعبہ
اللہ یہ اہتمام مہمانیٔ دوست
صدیوں پہلے پڑی بنائے کعبہ

(26)

وہ کون و مکاں کا رازِ ایجاد آیا
وہ مالکِ فطرتِ خدا داد آیا
لاریب خدا نہیں وہ لیکن بخدا
بھولے ہوئے بندوں کو خدا یاد آیا

(27)

دل میرا امامِ ازلی کہتا ہے
سرچشمۂ آیاتِ جلی کہتا ہے
اس وقت کی کشمکش نہ پوچھو مجھ سے
جب کوئی خدا کوئی علیؑ کہتا ہے

(28)

حق کے چہرے پہ جگمگاہٹ آئی دیوار میں در کھلنے کی آہٹ آئی
آنے والے کی شان اللہ اللہ کعبہ کے لبوں پہ مسکراہٹ آئی

(29)

الفاظ نے کونین کی پہنائی لی معنی نے اجازتِ پذیرائی لی
پیدا جو لسانِ حق ہوا کعبہ میں اسلام کے پیغام نے انگڑائی لی

(30)

انسان سمجھ سکے گا کیا شانِ علیؑ ہے نفسِ خدا خطاب شایانِ علیؑ
پورا قرآن لے کے آئے ہیں مگر جبریلؑ کو حاصل نہیں عرفانِ علیؑ

(31)

کرتا ہے قوی، دل کو خیالِ حیدرؑ تاریخ ہے محروم مثالِ حیدرؑ
بدر و احد و خندق و خیبر کی قسم قدرت کا جلال ہے جلالِ حیدرؑ

(32)

شمشیر تری جنبشِ ابروے نبیؐ تھی تیری سپر حلقۂ گیسوئے نبیؐ
ظاہر ہے محمدؐ کی شجاعت تجھ سے اے صلِّ علیٰ قوتِ بازوے نبیؐ

(33)

لے کر درِ دولت کا سہارا اترا پاکر یدِ قدرت کا اشارا اترا
اللہ رے زہراؑ کی عبادت کا شرف تسبیح بنانے کو ستارہ اترا

(34)

دل رازِ حیات پاگیا ہے ساقی اک جام خودی مٹا گیا ہے ساقی
رندوں کے سب اختلاف مٹ جائیں گے شہزادۂ صلح آگیا ہے ساقی

(35)

پھر تحفۂ صد زخم جگر لیتا ہوں
اک صبر کی سِل سینہ پہ دھرتا ہوں
یاد آتا ہے جب اسوۂ زیبائے حسنؑ
میں اہلِ جفا سے صلح کرلیتا ہوں

(36)

آخر پھر وقتِ ناؤ نوش آہی گیا
وہ سبز قبا زلف بدوش آہی گیا
للہ پھر اک جام عطا کر ساقی
صدقہ ہونے کو اس پہ ہوش آہی گیا

(37)

یہ فکر و نظر کا کیا محل ہے ساقی
واعظ کے دماغ میں خلل ہے ساقی
پیتا ہوں مے ولا بتقریبِ حسنؑ
واللہ یہ احسن عمل ہے ساقی

(38)

کعبہ کی قسم جادۂ حق ملتا ہے
مفہومِ غم و رنج و قلق ملتا ہے
ہر دور میں ہوتی ہے عزائے شبیرؑ
ہر قوم کے انساں کو سبق ملتا ہے

(39)

مسلم سمجھیں حسینؑ کا ہے جو مقام
ہر قول و عمل ہے اک الٰہی پیغام
ایثار اسی کا ہے نظامِ اخلاق
کردار اسی کا ہے متاعِ اسلام

(40)

کاشانۂ دل کو جگمگا دیتا ہے
پروانۂ حُریت بنا دیتا ہے
یہ نامِ حسینؑ ایک مظلوم کا نام
بنیادِ حکومت کو ہلا دیتا ہے

(41)

شاہنشہ مشرقین کہنا ہی پڑا
اسلام کے دل کا چین کہنا ہی پڑا
دنیا نے بہت کلمہ حق ضبط کیا
پھر چیخ کے یا حسینؑ کہنا ہی پڑا

(42)

سلام کے پیشوا امامِ جعفرؑ   ایمان کے رہنما امامِ جعفرؑ
ک سجدہ منفرد کی حسرت ہے مجھے   مل جائے جو نقشِ پا امامِ جعفرؑ

(43)

ہ عارف خشک و تر امامِ جعفرؑ   ایمان کے راہبر امامِ جعفرؑ
رباب تصوف کو ہے نسبت ایسی   ہر دل میں ہیں جلوہ گر امامِ جعفرؑ

(44)

اے صلِ علیٰ شانِ امامِ جعفرؑ   سب کو نہیں عرفانِ امامِ جعفرؑ
پہنچے گی کہاں تک نظر اہلِ زمیں   تا عرش ہے ایوانِ امامِ جعفرؑ

(45)

دل موسیٰ کاظمؑ ترا شیدائی ہے   اسلام نے تجھ سے تازگی پائی ہے
موسیٰ کو سرِ طور تھی جلوہ کی تلاش   جلوہ تری نظروں کا تماشائی ہے

(46)

نیا میں غمِ عشق ہے ہم سے قائم   ہم ہیں غمِ عشق کے کرم سے قائم
اس مقصد کونین کا دم بھرتے ہیں   کونین ہیں جس کے دم قدم سے قائم

(47)

شانہ قلب میں اترنے والا   فطرت کے حدود سے گزرنے والا
میں ہوں خاموش بے زباں ہے مرا دل   آخر یہ ہے کون بات کرنے والا

(48)

کتنے میکش ہیں آزمالے ساقی   منہ پر ہیں بہت نقاب ڈالے ساقی
تلوار کی نوک سے الٹ دے پردے   آجا مرے ذوالفقار والے ساقی

(49)

منزل پہ ہے اب رقصِ رگ جاں دیکھو اکھڑی ہوئی سانسوں کو غزل خواں دیکھو
ہے جشنِ ولادتِ امامِ آخرؑ دیکھو مری آنکھوں میں چراغاں دیکھو

(50)

مہدیؑ کے ظہور حق کی ساعت ہوگی انسان کی صورت میں مشیت ہوگی
دیدار کا مسئلہ بجا ہے لیکن کچھ حشر سے پہلے یہ قیامت ہوگی

(51)

دنیا پہ نئی شان سے چھائے گی نماز ہر آنکھ میں ہر دل میں سمائے گی نماز
سمجھے گا امامت کو زمانہ اس دن جس دن یہ نبوت کو پڑھائے گی نماز

(52)

مشکل ہے دو آتشہ تو ہلکی ہی سہی رنگیں نہ سہی شراب سادی ہی سہی
مینائے ظہور مانگنے آئے تھے خمخانہ غیبت کی گلابی ہی سہی

(53)

افسانۂ دردِ تشنگاں آپہنچا تا گنگ و جمن یہ کارواں آپہنچا
عباسؑ کے ہاتھوں کا سہارا لے کر اسلام کہاں تھا اور کہاں آپہنچا

(54)

ہمنام خدا نبیؐ کی خوبو والا حمزہؓ کی طرح سے زور بازو والا
دونوں عالم ہیں دونوں زلفوں کے اسیر کس گھر کا چراغ ہے یہ گیسو والا

(55)

دنیا کو یہ حالِ زار معلوم نہیں ایسا کوئی غم زدوں میں مغموم نہیں
اولاد نہ تھی جو کرتیں بھائی پہ فدا کلثومؑ کی طرح کوئی مظلوم نہیں

(56)

اے صلبِ علیؑ رتبۂ اُمِ کلثومؑ
اسرارِ خدا بشر کو ہوں کیا معلوم
معصوموں کی فہرست میں شامل بھی نہیں
اور اس پہ یہ عالم ہے کہ بالکل معصوم

(57)

تلوار کا رخ پسند کرنے والے
کونین کو درد مند کرنے والے
ہر عہد میں سر جھکیں گے چوکھٹ پہ تری
انسان کو سر بلند کرنے والے

(58)

یہ راہِ خدا میں کد و کاوش تیری
وہ حیرت ہر نگاہ کوشش تیری
اسلام پہ اے حسینؑ یہ واجب ہے
کرتا رہے تا حشر پرستش تیری

(59)

مظلوم کا غم چین کہاں لیتا ہے
کیا کیا عوض ضبط فغاں لیتا ہے
سینوں سے تڑپ کے دل نکل آتے ہیں
جب صبر حسینؑ چٹکیاں لیتا ہے

(60)

کیا شور فغاں جہانِ اسلام میں ہے
تاثیر عجب حسینؑ کے نام میں ہے
یہ لطف ہے راہِ حق میں جانبازی کا
دنیا بے چین اور وہ آرام میں ہے

(61)

ایسا کوئی دردِ آشنا پھر نہ ملا
دنیا کو شہیدِ کربلا پھر نہ ملا
لاکھوں گزرے حسین اے بنتِ نبیؐ
جیسا ترا حسینؑ تھا پھر نہ ملا

(62)

ستے جو بڑے ہوئے ہیں گھٹ جائیں گے
نااہل جگہ چھوڑ کے ہٹ جائیں گے
جس روز وہ غیبت کا حجاب اٹھے گا
چہروں سے بہت نقاب الٹ جائیں گے

(63)

حق کی قوت سے کام لینا ہوگا ہم دیتے ہیں جو پیام لینا ہوگا
گرتا ہوا یوں کوئی نہ سنبھلا اب تک دنیا کو علیؑ کا نام لینا ہوگا

(64)

کس وہم حیات میں ہے محرومِ حیات وابستہ ظہور سے ہے مقسومِ حیات
جس دن وہ مُبشّرِ حیات آئے گا اس روز بدل جائے گا مفہومِ حیات

(65)

وہ حاصلِ انتظام آنے ہی کو ہے وہ مصلحِ روزگار آنے ہی کو ہے
ہیں قوم میں کچھ اس کے سپاہی تیار اب وارثِ ذوالفقار آنے ہی کو ہے

(66)

ملت ہے بہت مرتبہ دانِ عباسؑ معلوم بھی ہے عزت و شانِ عباسؑ
ایثار بھی ہے وفا بھی خود داری بھی کیا صرف علم ہی ہے نشانِ عباسؑ

(67)

دنیا میں نیا جہاں بسالے آجا آجا خضرا کے بسنے والے آجا
منظور ہے قتلِ عام حاضر ہیں یہ سر تلوار لیے عبا سنبھالے آجا

(68)

پہلو میں کسی کے دل رہا ہے دیکھو اک نور سے نور مل رہا ہے دیکھو
آغوش نبیؐ میں مسکراتے ہیں حسینؑ دیکھو وہ پھول کھل رہا ہے دیکھو

(69)

جو میری طرح علیؑ کا دم بھرتا ہے کس عالمِ حیرت میں بسر کرتا ہے
اللہ تو کہنے کا نہیں ہوش میں ہوں بندہ کہتے ہوئے بھی جی ڈرتا ہے

(70)

کس نے جز ختمِ مرسلینؐ پہچانا
ہم نے تم نے کبھی کہیں پہچانا
مولاؑ کو خدا کہا نصیری نے اگر
اتنی سی خطا ہے کہ نہیں پہچانا

(71)

میں تولّا سے عبادت کا بھرم رکھتا ہوں
دردِ دل سوزِ جگر دیدۂ نم رکھتا ہوں
دل کی قوت کے لیے ذکرِ خدا سے پہلے
یا علیؑ کہہ کے مصلے پہ قدم رکھتا ہوں

(72)

کرتا ہوا ورد یا علیؑ جاؤں گا
مرنا کیا میں اور جی جاؤں گا
دشمن مجھے زہر دے کے دیکھے تو ذرا
ساقی ترا نام لے کے پی جاؤں گا

(73)

ہر دور میں حیدریؑ رہے ہیں ساقی
تیری ہی ولا میں جی رہے ہیں ساقی
نشہ کبھی دم بھر کو اترنے نہ دیا
چودہ سو برس سے پی رہے ہیں ساقی

(74)

دنیا سے بصد زندہ دلی اٹھتا ہوں
غم کیا ہے مجھے خوشی خوشی اٹھتا ہوں
محفل یہ فضائل کی ہے اے موت ٹھہر
میں ذکرِ علیؑ سن کے ابھی اٹھتا ہوں

(75)

بندوں پہ خدا کا فضل کیا کیا نہ ہوا
رتبہ یہ بجز علیؑ کسی کا نہ ہوا
اعزاز بہت ملے رسولوں کو مگر
کعبہ میں کوئی رسولؐ پیدا نہ ہوا

(76)

میں اور ترا واقفِ اسرار بنوں
کیوں عشق میں یا علیؑ خطا کار بنوں
تو عینِ خدا ہے کیا یہ رتبہ کم ہے
کیوں تجھ کو خدا کہہ کے گنہگار بنوں

(77)

سب عید کے دن بُرے بھلے ملتے ہیں — کیا کیا جھک جھک کے من چلے ملتے ہیں

بے جا ہے تو در گزر کریں گے مولاؐ — ہم آج نصیری سے گلے ملتے ہیں

(78)

تھا ایک ضرور ناؤ کھینے والا — ہے نامِ محمدؐ کوئی لینے والا

اللہ ہے بے نیاز الفاظ و صدا — یہ کون تھا کُن کا حکم دینے والا

(79)

دیوار کا منشا ہے کہ در سے آئیں — جائیں کہ بشر کسی کے گھر سے آئیں

اے بنتِ اسد شق ہے جدارِ کعبہ — گھر جس کا ہے وہ چاہے جدھر سے آئیں

(80)

پڑھتا ہوا اللہ کا فرمان آیا — یہ کون نبیؐ کا جان پہچان آیا

قرآن اترا ہے جن پہ ان سے پوچھو — پہلے کس کی زباں پہ قرآن آیا

(81)

گرتی ہوئی عظمت کو سنبھالا جس نے — لکھوا لیا قدرت سے قبالا جس نے

کعبہ اس کا ہے کعبہ والا اس کا — اصنام کے قبضہ سے نکالا جس نے

(82)

دنیا میں علیؑ نئی سحر لائے ہیں — قرآں کی زبانِ معتبر لائے ہیں

جبریلؑ کے آنے سے بہت دن پہلے — بھائی کی رسالت کی خبر لائے ہیں

(83)

اس دور کا ساغر بھی ہرا ہو ساقی — صہبائے مودّت سے بھرا ہو ساقی

مئے جام میں آ چکی ہو جب موت آئے — سینہ پہ مگر جام دھرا ہو ساقی

(84)

آغوش نبیؐ میں مسند آرا ہیں حسنؑ
اے مصحف حُسن پہلا پارا ہیں حسنؑ
کیا سمجھے گا ان کی قدر و قیمت کوئی
زہراؑ کے تبسم کا سہارا ہیں حسنؑ

(85)

ہے عینِ شباب پر وفورِ غیبت
دینے کو ہے لو چراغ طورِ غیبت
غیبت سے نہ کیوں ہوگا ظہورۂ جلوہ
جلوہ سے ہوا ہے جب ظہورِ غیبت

(86)

نشہ کی جو تکمیل ضرور ہو جائے
ساقی کی نقاب اٹھے حضوری ہو جائے
کُل میکدۂ جہان پر قبضہ کرلیں
غیبت کی جو مئے آج ظہوری ہو جائے

(87)

کثرت ہو گلوں کی تو چمن بنتا ہے
کتنے حرفوں سے اک سخن بنتا ہے
مولاؑ کا مرے نام ہے کس درجہ حسیں
سو خوبیوں سے لفظ حسنؑ بنتا ہے

(88)

ہم شانِ حسینؑ کوئی گذرا ہی نہیں
امت نے مقام اس کا سمجھا ہی نہیں
آڑے وہ نہ آتا تو یہ عالم ہوتا
جیسے کبھی اسلام کہیں تھا ہی نہیں

(89)

خطرہ میں تھی ہر مردِ خدا کی محنت
اربابِ نظر کی عقلا کی محنت
ایثار کی تکمیل نہ کرتے جو حسینؑ
بے سود تھی سارے انبیاؑ کی محنت

(90)

سب نے اپنی جبیں جھکائی ہوتی
جب تک ہر ایک کے رسائی ہوتی
آجاتے جو اس پریم نگری میں کہیں
بھارت میں حسینؑ کی خدائی ہوتی

(91)

ہم سے ہے ولا کا آستانہ قائم
ہر باغ و بہار و آشیانہ قائم
ذرہ ذرہ ہے زیرِ بارِ احساں
اپنے قائم سے ہے زمانہ قائم

(92)

دنیا کو رہ راست پہ لاتا ہے ضرور
بگڑا ہوا دستور بناتا ہے ضرور
یہ دور عبوری ہے ٹھہرنے کا نہیں
اک مصلحِ اخلاق کو آنا ہے ضرور

(93)

میں چھوڑ کے فرش بے خودی اٹھتا ہوں
طوفاں کی طرح کبھی کبھی اٹھتا ہوں
بے جان بنا دیتی ہے جب مردہ دلی
عباسؑ کا نام لے کے جی اٹھتا ہوں

(94)

وفورِ تشنہ لبی کی وغا کو فتح کیا
علم بدوش اٹھا کربلا کو فتح کیا
جلال و قوتِ عباسؑ پوچھتے کیا ہو
فرات کیا ہے فراتِ وفا کو فتح کیا

(95)

مدت سے مزاج زندگی برہم تھا
انسان کے احساس کو اس کا غم تھا
عباسؑ نے تکمیل وفا کی آ کر
فرمانِ محبت میں یہ سورہ کم تھا

(96)

نظروں میں حکومت کی گنہگار بھی تھا
اک وقت وہ آیا کہ سردار بھی تھا
حق وردِ زباں رہا زباں کٹنے تک
اس قوم میں اک میثمِ تمار بھی تھا

(97)

کاشانۂ فاطمہؑ کی تزئین ہے تو
سر تا بقدم دین کا آئین ہے تو
موزوں ہے ترا نام سکینہؑ کتنا
شبیرؑ کے احساس کی تسکین ہے تو

(98)

تمثیلِ جمالِ مصطفےٰؐ ہیں قاسمؑ
تفصیل جلال مرتضیٰؑ ہیں قاسمؑ
جلوے میں رسالت و امامت کے بہم
آئینہ انوار خدا ہیں قاسمؑ

(99)

آیاتِ ولا کا تو ہے مخزن خواجہ
نعمت سے بھرا ہوا ہے دامن خواجہ
شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
کہتا ہے ابھی تک ترا تن من خواجہ

قرآنی رباعیات

(1)

انسان کا ذریعہ نجات آ ہی گیا
منشور خدائے کائنات آ ہی گیا
تبلیغ تھی ناتمام قرآں کے بغیر
وہ آخری دستورِ حیات آ ہی گیا

(2)

تفسیر غلط کا جب مزا آئے گا
خود صاحب تفسیر چلا آئے گا
منبر کی بلندیوں پہ گھٹ جائیں گے دم
قرآن جو بولتا ہوا آئے گا

○

غدیری رباعیات

(1)

باقی نہ رہا سروں میں سودا ساقی
آ دیکھ خلافت کا تماشا ساقی
نشہ کیسا خمار آنکھوں میں نہیں
اب آنکھ ملاتی نہیں دنیا ساقی

(2)

اظہارِ حقیقت میں جری ہوں ساقی
اربابِ نفاق سے بری ہوں ساقی
نغمہ ہے ولا کا اور غدیری لہجہ
میں فضلِ خدا سے حیدری ہوں ساقی

(3)

یہ دھوپ رسالتؐ کے مہ و انجم پر
شدت موسم کی اور ہم پر تم پر
اٹھی درِقبلہ سے وہ بلغ کی گھٹا
واللہ یہ برسے گی غدیرِ خم پر

(4)

ساقی کے تبسم کی فضا لائیں گے
تھوڑی سی بھلا شراب کیا لائیں گے
جس روز پہنچ گئے ہم ایسے میکش
اے دشتِ غدیرِ خم اٹھا لائیں گے

(5)

چودہ سو برس گزر گئے ہیں جب سے
دن کاٹے ہیں دشمنوں میں کس کس ڈھب سے
یہ طولِ حیات ہے یہ ہے آبِ حیات
میں جامِ غدیر پی رہا ہوں کب سے

(6)

رندانِ خوش انجام کے پیارے ساقی
اے میری امیدوں کے سہارے ساقی
پہنچا دے کوئی لہر حضوری میں تری
بیٹھا ہوں غدیر کے کنارے ساقی

(7)

کب سے ہم دل کو ہیں تھامے ساقی　　کعبہ والے غدیر والے ساقی
سر چھوڑنے دے اذن جو سجدہ کا نہیں　　رندوں کے بھی کچھ ناز اٹھا لے ساقی

(8)

کیا کہہ گئے تھے رسولؐ بطحا والے　　معنی پہنا رہے ہیں دنیا والے
اولیٰ سمجھے مگر نہ سمجھے پھر بھی　　سمجھے مولاؑ کی شان مولاؑ والے

(9)

بھر دے گا مئے ولا سے جل تھل ساقی　　لٹوا دے گا بہارِ اوّل ساقی
ہیں خمِ غدیر پر اکٹھے سب رند　　جنگل میں منا رہا ہے منگل ساقی

○

ولائی رباعیات

(1)

تیری ہی ولا کا ہے سہارا ساقی
میخوار کو تشنگی نے مارا ساقی
اب خم سے بھی بھرتی نہیں نیت مری
اک جام ملے ترا اتارا ساقی

(2)

بستر درِ حیدرؑ سے اٹھائے نہ کبھی
ہٹ کر اس در سے سر جھکائے نہ کبھی
ہم دیکھنے والے ہیں ان انسانوں کے
قدسی بھی نگاہ میں سمائے نہ کبھی

(3)

مولاؑ کو ربط ہے دلِ دردآشنا کے ساتھ
ہم یوں ہیں ساتھ جیسے ہو بندہ خدا کے ساتھ
اوروں پہ بھی شفیق سہی اس کا غم ہے کیا
اہلِ ولا کی بات ہے اہلِ ولا کے ساتھ

(4)

کیا جانے نصیری کو یہ کیا یاد آیا
کس کا مفہوم و مدعا یاد آیا
اللہ رے تاثیر مئے حُبِّ علیؑ
دو گھونٹ پیے تھے کہ خدا یاد آیا

(5)

جذبہ کوئی غلط ابھرتا ہی نہیں
بے ذکرِ علیؑ یہ دل ٹھہرتا ہی نہیں
اٹھتی ہے نگاہِ غیر کیوں میری طرف
میں اور کسی کی مدح کرتا ہی نہیں

(6)

مستِ مئے الفت کو شرابی سمجھے
غافل دلِ رنگیں کو گلابی سمجھے
اللہ رے ادا شناسی اہلِ ولا
ملتے ہی نگاہ بوترابی سمجھے

(7)

دانائی سے نسبت ہو کہ نادانی سے — مرعوب ہوں جلووں کی فراوانی سے
کوشش میں سمجھنے کی ترے کیوں کرتا — حاصل ہے بہت کچھ مجھے حیرانی سے

(8)

نشہ میں ولا کے غرق رہنے والے — نادانوں کے طعن و طنز سہنے والے
اک دن انھیں مرنا بھی اسی نام پہ ہے — جیتے رہیں یا حسینؑ کہنے والے

(9)

انسان ہوتا ہے غم اٹھانے سے بلند — تمکینِ سلف کا بھید پانے سے بلند
جن کو ہے ولائے راکبِ دوشِ نبیؐ — ہوجاتے ہیں وقت اور زمانے سے بلند

(10)

ذرّہ ایک ایک آفتابی ہوجائے — جس پھول کو حکم دوں گلابی ہوجائے
مداح کو آنکھ اٹھا کے دیکھے تو کوئی — لڑجائے نظر تو بوترابی ہوجائے

(11)

پوچھو نہ مری دل کی لگی کا عالم — ایسا دیکھا ہے کم کسی کا عالم
میں عالمِ منقبت سے نکلا نہ کبھی — کلکتہ کا ہو کہ بمبئی کا عالم

(12)

جذباتِ محبت کی تجارت سے گزر — اے دوست نہ آئینِ مودّت سے گزر
توفیقِ ولا ہی کوثر و جنت ہے — کوثر کا خیال چھوڑ جنت سے گزر

(13)

سمجھے ہی نہیں ہمیں زمانے والے — جیتے رہیں عقل کے خزانے والے
ہم بات میں بات کیوں کریں گے پیدا — ہم لوگ ہیں دل سے دل بنانے والے

(14)

قرآن و حدیث کا تقاضا کیا ہے　　یہ اجرِ رسالت کا اشارہ کیا ہے
دعویٰ ہو تولا کا مبارک تم کو　　پہلے یہ سمجھ لو کہ "تولا" کیا ہے

(15)

رہبر کوئی جز فکرِ خدا ساز نہ لے　　ہاں قرض کسی کے طرز و انداز نہ لے
آقا ہے ترا علیؑ سا مافوق بشر　　جبریلؑ بھی دے تو پر پرواز نہ لے

(16)

زاہد تجھے معلوم ہے کیا کام آئے　　اِس راہ میں کون رہنما کام آئے
ممکن ہے ترا داغِ جبیں ہو بیکار　　شاید مرا نقشِ کفِ پا کام آئے

(17)

دل کو غمِ شبیرؑ میں کستا ہوا جا　　ایثار کے گل کدوں میں بستا ہوا جا
اے دوست! یہ موت کیا بگاڑے گی ترا　　تو ابرِ حیات بن برستا ہوا جا

(18)

یوں دور کیا غم کا جھمیلا ہم نے　　ساحل پہ لگا دیا تھا میلا ہم نے
اللہ رے افراط مئے حُبِ علیؑ　　پینے سے بچی تو رنگ کھیلا ہم نے

(19)

سرمایہ نازش دلا دے ساقی　　اک عمر کی مدت کا صلا دے ساقی
بے شاعروں کی آنکھ بچا کر کہہ دوں　　اپنی جھوٹی مجھے پلا دے ساقی

(20)

مستانہ وار آوارہ نگاہوں کی نہ پوچھ　　دوزخ میں نکلتی ہوئی راہوں کی نہ پوچھ
تو اپنے ثوابوں کو گننے جا زاہد　　ہم رند ہیں رندوں کے گناہوں کو نہ پوچھ

(21)

مے پی ہوش و حواس کھو دے زاہد — لے جام میں نیکیاں ڈبو دے زاہد
یہ کیف ثواب میں نہ آئے گا کبھی — ایک روز گناہ کر کے رو دے زاہد

(22)

پیمانہ آفتاب دے کر سو جا — جا مژدۂ صد عذاب دے کر سو جا
سونا تو ہے تا صبحِ قیامت ظالم — تھوڑی سی مجھے شراب دے کر سو جا

(23)

اچھا یہ گناہ کا قرینہ ٹھہرا — اس گھاٹ پہ اب مے کا سفینہ ٹھہرا
جائز ہے حرام شے بھی جینے کے لیے — پینے کی رہی کہ پی کے جینا ٹھہرا

(24)

زاہد مجھے معلوم ہے نیت تیری — نیت ہے گنہ گار شریعت تیری
دوزخ جنت کا فیصلہ ہونے تک — دوزخ میری اور جنت تیری

(25)

بھر دے ساقی ضرور بھر دے ساقی — تاریک فضا ہے نور بھر دے ساقی
شیشہ رکھ دے نقاب چہرہ سے اٹھا — ساغر میں مئے طہور بھر دے ساقی

(26)

دامن پھر بے خودی کا چھوٹا ساقی — پھر ہوش کی رہزنی نے لوٹا ساقی
بے کیفی سے ہے دست طلب میں رعشہ — بھر دے بھر دے کہ جام ٹوٹا ساقی

عزائی رباعیات

(1)

وہ دین الٰہی کا سفینہ منبر
تطہیرِ حیات کا قرینہ منبر
اس عہد میں دیکھتا ہوں اللہ اللہ
دنیا کی ترقی کا ہے زینہ منبر

(2)

سکتہ میں ہوں قوتِ لسانی کی طرح
دل بجھ گیا مرحوم جوانی کی طرح
کیا ذکرِ مصائب پہ ندامت ہے مجھے
احباب نے سن لیا کہانی کی طرح

(3)

کیونکر قدرت کا مدعا سمجھے گا
بے ذکر غمِ حسینؑ کیا سمجھے گا
اسلام کا مشکل ہے سمجھنا اے دوست
سمجھے گا غلط اگر خدا سمجھے گا

(4)

میں نے بخدا یہ غم کا عالم دیکھا
کس کس کو نہ بادیدۂ پُرنم دیکھا
ہندو تو ہیں صدیوں سے عزادارِ حسینؑ
انگریز کو کرتے ہوئے ماتم دیکھا

(5)

سب سے عظیم حسن عمل ہے غمِ حسینؑ
کتنی مخالفت ہو اٹل ہے غمِ حسینؑ
اس غم کے ساتھ فکر و نظر بھی جو ہو نصیب
ہر عقدۂ حیات کا حل ہے غمِ حسینؑ

(6)

معمورۂ عرش تک گیا نورِ حیات
اے صلِ علیٰ جلوہ گرِ طورِ حیات
ترمیم نہ کر سکا پھر اس میں کوئی
شبیرؑ بنا گئے جو دستورِ حیات

(7)

بے درد بھی درد مند ہو سکتا ہے
ایثار یہ کارمند ہو سکتا ہے
شبیرؑ کے اسوہ سے کوئی لے تو سبق
انسان کتنا بلند ہو سکتا ہے

رباعیاتِ مباہلہ

(1)

کتنے عالم میں صاحب دل نکلے ہنگامۂ دوجہاں کا حاصل نکلے
قدرت نے بھری بزم میں ڈالی جو نظر کل پانچ مباہلہ کے قابل نکلے

(2)

کونین کو اعزاز دکھائے نہ گئے اسلام پہ حق ان کے جتائے نہ گئے
تم کہتے ہو اہلِ بیتؑ اور بھی تھے دورانِ مباہلہ میں لائے نہ گئے

(3)

کیا حق کی مخالفت میں خرسند ہوئے حقدار ملامتوں کو وہ چند ہوئے
عترت کے ہراک شرف پہ کی بحث فضول آیت سے مباہلہ کی دم بند ہوئے

O

عشقیہ رباعیات

(1)

ہوتی ہے بُری دل کی لگی کیا جانو
یہ من کی پریت مکھ کی ہنسی کیا جانو
ساجن کی ابھی نگاہ دیکھی ہی نہیں
یہ پیت کی ریت تم سکھی کیا جانو

(2)

مے اپنے پریم کے اشارے کی پلا
کھینچی ہوئی راوی کے کنارے کی پلا
آ دل کے حرم کدہ میں پرگھٹ ہو جا
لا مہر و وفا کے گوردوارے کی پلا

(3)

ہو حق میں گزرنے کا کہیں طور بھی ہے
یہ دورِ حیات کا کوئی دور بھی ہے
دخل اپنا ہے مسجد میں نہ میخانہ میں
ایسی کوئی دلچسپ جگہ اور بھی ہے

(4)

کب جائزہ دیر و حرم لیتا ہوں
ہستی کی خبر تا بہ عدم لیتا ہوں
انسان ہوں یہ خیال آ جاتا ہے
تھک جاتا ہوں اور عرش پہ دم لیتا ہوں

(5)

زاہد کو ہے جام کی نہ مینا کی خبر
کیا جانے غریب روزِ فردا کی خبر
تم تو آئے ہو ایسے گھبرائے ہوئے
جیسے لائے ہو ختمِ دنیا کی خبر

(6)

نشہ میں خودی کے جھومتے جائیں گے
جائیں گے تو بے کہے سنے جائیں گے
بیٹھے تو اٹھانے سے ہم اٹھنے کے نہیں
روکا جو کسی نے تو چلے جائیں گے

(7)

پورب سے ہوا زمزمہ پرواز آئی — آغوش میں پچھلے کے بصد ناز آئی
اے گردشِ روزگار اے دورِ فلک — تھم جا تھم جا کسی کی آواز آئی

(8)

مخمورِ شراب زندگی کیا جانے — دنیا ہے حسابِ زندگی کیا جانے
کتنی سونے میں کروٹیں بدلی ہیں — پروردۂ خواب زندگی کیا جانے

(9)

من کا درپن دکھا کے بسمل کردے — ساجن کو سکھی درد بنا دل کردے
پوجا کا یہ تہوار رچے گا کب تک — اک روز پریم کنہیا گھائل کردے

(10)

عاجز ہیں نظر کی شعبدہ کاری سے — ہے موت قبول ایسی ہشیاری سے
وہ نیند اچھی کہ جس میں تم ہی تم ہو — باز آگئے ہنگامہ بیداری سے

○

فکری رباعیات

(1)

اے فکر کے داغ روشنی دھیمی کر
اے شمع دماغ روشنی دھیمی کر
اک شب تو سکون سے گزر جانے دے
دانش کے چراغ روشنی دھیمی کر

(2)

آنکھوں میں یہ اشکوں کی نمی کیا معنی
پوری محفل میں برہمی کیا معنی
آثارِ حیات میں کمی ہونے دو
احساسِ حیات میں کمی کیا معنی

(3)

زخم دل ناتواں سیو سینے دو
جی بھر کے مے کشوں پیو پینے دو
کوشش بیجا ہے امنِ عالم کے خلاف
مفہومِ حیات ہے جیو جینے دو

(4)

اے روحِ تصورات اب ساتھ نہ چھوڑ
اے جانِ تصرفات اب ساتھ نہ چھوڑ
اب کچھ آنکھوں سے اٹھ چلے ہیں پردے
اے روشنیٔ حیات اب ساتھ نہ چھوڑ

(5)

یہ صبح کی تازگی یہ آرام کی رات
گرمی سورج کی چاندنی کی برسات
سب کے دامن پہ ہیں لہو کی چھینٹیں
انسان نے بگاڑ دی ہے تصویرِ حیات

(6)

دنیا ہمدرد آج مزدور کی ہے
حالت یہی چار سمت جمہور کی ہے
تیرہ سو برس سے کہتے آئے ہیں ہم
اب سمجھے ہو تم بات ذرا دور کی ہے

(7)

دنیا سے نہ غم اور نہ خوشی لے کے چلے　　اک ولولۂ پردہ دری لے کے چلے
کوئی تو گناہ لے گیا کوئی ثواب　　ہم اپنا شعور آگہی لے کے چلے

(8)

ذرات کو چھانتے چلے جاتے ہیں　　اسرار کو جانتے چلے جاتے ہیں
منہ سے نہ کہیں دل سے یہ منکر شاہد　　اللہ کو مانتے چلے جاتے ہیں

(9)

پہنچیں گے نہ عقل دور رس تک معنی　　ڈھونڈے گا نہ تو بانگِ جرس تک معنی
اللہ ابھی تو لفظِ بے معنی ہے　　مل جائیں گے آخری نفس تک معنی

(10)

اپنی طاقت کا بھید پائے ہوئے ہے　　طاقت کے خدا سے لَو لگائے ہوئے ہے
ناقابلِ تقسیم وہ ذرہ جس میں　　لاکھوں کی اجل منہ کو چھپائے ہوئے ہے

(11)

اسلام ہے عالم میں نشانِ تہذیب　　قرآن ہے معنی و بیانِ تہذیب
عترت سے ہے تہذیب صورت قائم　　تہذیب ہے یہ روحِ روانِ تہذیب

(12)

مصرف ہیں نئے نئے زمانوں کے لیے　　موضوع جدا جدا فسانوں کے لیے
قرآن ضعیفوں کے لیے اُترا ہے　　یورپ کی فلاسفی جوانوں کے لیے

(13)

کیا کہتے ہو اس بات کا امکان نہیں　　جیسے مجھے آپ اپنی پہچان نہیں
کیوں بار نہیں اٹھا سکے گا غم کا　　کیا دل میں خدا نخواستہ جان نہیں

(14)

آثار میں شانِ کبریائی تو نہیں
در پر کوئی حرف جبہ سائی تو نہیں
بے مال و کمال و علم انساں تو رہا
صد شکر کہ دعویٔ خدائی تو نہیں

(15)

حق جس کا بھی او ظلم کے بانی نہ دیا
دو روز کا لطفِ زندگانی نہ دیا
کیا کیجئے گلہ یہ ہے وہ دنیا جس میں
انسانوں کو انسانوں نے پانی نہ دیا

(16)

سمجھیں گے وہی جو ہیں سخندانِ غزل
کیونکر نہ ہو سربلند ایوانِ غزل
اصناف میں جب نیا اضافہ ہوگا
بڑھ جائے گی اِک دلیل احسانِ غزل

(17)

ہر فکر سے ہر غم سے نجات اپنی ہے
موت اپنی ہے فرصتِ حیات اپنی ہے
تو حاصلِ کائنات خود ہے اے دوست
کیا سوچ رہا ہے کائنات اپنی ہے

(18)

قدرت کا نظام ہے عناں گیرِ حیات
ممکن نہیں حد سے بڑھ کے تدبیرِ حیات
آئے گی ضرور وقت پر آئے گی
ڈرتے ہو اجل سے یہ ہے تقدیرِ حیات

(19)

کچھ یہ بھی خبر ہے تجھ کو مغرورِ حیات
تاریک ہوا ہے کس قدر نورِ حیات
آنے ہی کو ہے تیغ بکف صاحب عصرؑ
اب غور سے دیکھ اپنا دستورِ حیات

(20)

سب فلسفۂ حیات کہہ دیتا ہوں
اِک حرف میں کائنات کہہ دیتا ہوں
شاعر ہوں مجھے دماغ تفصیل کہاں
سو بات کی ایک بات کہہ دیتا ہوں

(21)

دامن بھی ہے مجلس میں بھگونے کے لیے　　آہیں بھی ہیں اشکوں میں سمونے کے لیے
یہ واقعۂ عظیم اے اہلِ عزا　　کیا حسنِ طلب ہے صرف رونے کے لیے

(22)

آلام کا سامنا کروگے کہ نہیں　　ملت سے کبھی وفا کروگے کہ نہیں
اے مجلسِ حاضری کے حاضر باشو　　کچھ حقِ نمک ادا کروگے کہ نہیں

(23)

یہ مرکزِ درس کم سوادوں کا نہیں　　ماخذ کمزور اعتقادوں کا نہیں
مجلس مولد ہے جرأت و ہمت کا　　معیار یہ منتوں مرادوں کا نہیں

(24)

کیا ارضِ فرات جگمگا دینی تھی　　ذرات کو خون سے جلا دینی تھی
قربانیِ شبیرؑ کو سمجھے کیا ہو　　کیا خاک میں تاثیرِ شفا دینی تھی

(25)

ایثار کی روشنی میں آنکھیں نہ کھلیں　　ہمت کی مصوری میں آنکھیں نہ کھلیں
گہوارۂ بے شیر پہ روئے تو بہت　　گہوارۂ زندگی میں آنکھیں نہ کھلیں

(26)

مفہوم عزا جاننے والے کم ہیں!　　احسان کو گرداننے والے کم ہیں
شبیرؑ! ترے ماننے والے ہیں بہت　　لیکن ترے پہچاننے والے کم ہیں

(27)

بے شک وجہ نجات ہوجاتے ہیں　　ہاں نازشِ کائنات ہوجاتے ہیں
رازِ غمِ شبیرؑ سمجھ لے جو کوئی　　آنسو آبِ حیات ہوجاتے ہیں

(28)

دعویٰ تو بہت ہے طینت فاضل کا   دریا ہے بڑا پتہ نہیں ساحل کا
تو فاتحِ خیبر ہی علیؓ کو سمجھا   وہ فاتحِ اعظم ہے دماغ و دل کا

(29)

اسلام کا یہ نظامِ دستوری دیکھ   یہ عہدِ قدیم و طرزِ جمہوری دیکھ
ہے آج کی اشتراکیت پر نازاں   سلماںؓ کی گورنری و مزدوری دیکھ

(30)

مایوسِ شفا کو آسرا دیتے ہیں   آیات کو تعویذ بنا دیتے ہیں
ہشیار تو لیتے نہیں قرآں سے سبق   بے ہوش کو قرآں کی ہوا دیتے ہیں

(31)

دل خیر سے استوار اتنا بھی نہیں   دانندۂ روزگار اتنا بھی نہیں
وعدہ پہ ہے انساں کے بھروسہ جتنا   اللہ پہ اعتبار اتنا بھی نہیں

(32)

انسان کی عظمت کے نگہبان بھی ہو   مسلم ہو سلامتی کا عنوان بھی ہو
اسلام پیامِ امن ہے یاد رہے   سُنّی ہو کہ شیعہ ہو مسلمان بھی ہو

(33)

اب شغل بجز نفس پرستی کیا ہے   خود پست بنے ہیں ورنہ پستی کیا ہے
انسانؐ محمدؐ و علیؑ سے گزرے   کیا کہتے ہو انسان کی ہستی کیا ہے

(34)

وہ عقل و خرد کے مسئلوں میں نہ ملیں   ہاں فکر و نظر کے مرحلوں میں نہ ملیں
خوش باشوں میں ہو چکی بہت ان کی تلاش   اب شرط یہی جو دل جلوں میں نہ ملیں

(35)

آنکھیں کرلو خراب پڑھتے پڑھتے
تفسیر وفقہ کے باب پڑھتے پڑھتے
جب حسنِ عمل نہیں تو حاصل کیا ہے
ہو جاؤ جو خود کتاب پڑھتے پڑھتے

(36)

دنیا کا یہ نقشہ نظر آتا ہے مجھے
کچھ رنگ بدلتا نظر آتا ہے مجھے
نزدیک ہو یا دور ہو طوفاں کوئی
بڑھتا ہوا سایہ نظر آتا ہے مجھے

(37)

ملتے رہے نظروں کو سہارے کتنے
بہتے رہے روشنی کے دھارے کتنے
کب کا جاگا ہوا تھا نیند آہی گئی
تارے کرتے رہے اشارے کتنے

(38)

دل کے آئینہ پہ جلا کون کرے
یوں عشق کو عالم آشنا کون کرے
کہتا نہیں حق کوئی انا الحق کیسا
اب دار ورسن کا سامنا کون کرے

(39)

میں ذات وصفات ہی نہ سمجھا ابتک
سیدھی سی یہ بات ہی نہ سمجھا ابتک
کیا سمجھوں گا عید اور محرم کے رموز
مفہومِ حیات ہی نہ سمجھا ابتک

(40)

ہر بات سے ایک بات پیدا ہوگی
ہر ذرہ سے کائنات پیدا ہوگی
دل موت کی تقدیم سے ڈرتا کیوں ہے
ہر موت سے اِک حیات پیدا ہوگی

(41)

آسائش صبح و شام لے لیتی ہے
سب کیف وسرورِ جام لے لیتی ہے
دنیا بے فیض دل کی دشمن کیوں ہو
فطرت خود انتقام لے لیتی ہے

(42)

دل رنج و الم میں ہو سراپا راضی
دو دن کی مسافرت میں کیا ناراضی
دنیا سے نہ کر تارکِ دنیا نفرت
بندے راضی تو میرا مولاؔ راضی

(43)

نعمت ایک ایک یاد آسکتی ہے
دل میں اُمید مسکرا سکتی ہے
احسان شناس ہے تو سوغم تیرے
اک صبح کی تازگی بھلا سکتی ہے

(44)

کون اپنے ضمیر کی خبر لیتا ہے
مشکل سے کوئی یہ دردِ سر لیتا ہے
اس دور میں جذبۂ صداقت اکثر
بچوں کی زباں سے بات کر لیتا ہے

(45)

انساں ابھی کیا کیا نہ ستم ڈھائے گا
ہمت ہے تو چاند تک پہنچ جائے گا
فتنوں سے زمین ہو چکی ہے معمور
اب جا کے وہاں فساد پھیلائے گا

(46)

بیجا ہے اگر اپنا ہی اپنا غم ہے
کر خدمتِ خلق دم میں جب تک دم ہے
دیکھا نہیں خار و گل سے شبنم کا سلوک
شبنم سے بھی کیا تیری بضاعت کم ہے

(47)

رہرو اک بار لڑکھڑائے جیسے
آہٹ کوئی بیخودی میں آئے جیسے
ٹوٹا مرا دل تو ان کو محسوس ہوا
شیشہ کا گلاس ٹوٹ جائے جیسے

(48)

انسانوں کا آپس میں جھگڑنا کیسا
بیکار کی الجھنوں میں پڑنا کیسا
سب کے لیے رہ گذر ہے دنیائے دوست
حیراں ہوں کہ رہ گذر پہ لڑنا کیسا

(49)

مانا کہ بہت علم کی برسات ہوئی
محروم عمل رہے تو کیا بات ہوئی
ہم کو یہ قلق ہے کہ ہمیں کچھ نہ ہوئے
دنیا میں ہزار دن ہوئے رات ہوئی

(50)

مے خوار تو ہیں سہو و خطا کے گھر میں
واعظ کو سکوں نہیں خدا کے گھر میں
ہے قابلِ رحم بد نصیبی اُس کی
جو دور ہو درماں سے دوا کے گھر میں

(51)

کیوں ہوش و خرد سے کوئی بیگانہ بنے
لازم ہے یہ فکر کیا بنے کیا نہ بنے
تاریخ جو بن گئے بشر تھے وہ بھی
ہمت کا تصور تھا جو افسانہ بنے

(52)

جب لطفِ حیات میں کمی پاتا ہے
جب شدّتِ آرام سے تھک جاتا ہے
منعم تجھے اس وقت بھی بھولے سے کبھی
مزدور کی محنت کا خیال آتا ہے

(53)

احساس جگا کے جیسے خوشبو جائے
یا ہاتھ سے دل بدل کے پہلو جائے
وہ تجھ سے مصافحہ کی لذت اے دوست
جیسے کوئی چاند کی کرن چھو جائے

(54)

ہارے ہوئے ہیں تجھ سے زمانے والے
حیراں ہیں تری تھاہ نہ پانے والے
رفتار سے ہے گردشِ دوراں عاجز
شاباش ہوا کے رُخ پہ جانے والے

(55)

اعمال کے بعد کام اِک اور بھی کر
تمکینِ حیات و موت کا طور بھی کر
خواہانِ ثواب! اِس میں اِک راز بھی ہے
عاشور کے اعمال پہ کچھ غور بھی کر

(56)

معنی کی یہ اعجاز نمائی یارب   لفظوں نے بھی زباں کہاں سے پائی یارب
تو کام و دہن صوت و صدا سے ہے بری   یہ کُن کی صدا کہاں سے آئی یارب

(57)

کیا درد نے پھر قدم کو لغزش دی ہے   کیا پھر انہیں تکلیف نوازش دی ہے
سنتا ہوں کہ عرش ہل گیا ہے ان کا   کیوں پردۂ دل کسی نے جنبش دی ہے

(58)

تو ہے تری ذات ہے تو کچھ اور بھی ہے   سیدھی سی یہ بات ہے تو کچھ اور بھی ہے
اپنی ہستی میں ڈھونڈ رازِ ہستی   حساس حیات ہے تو کچھ اور بھی ہے

(59)

منہ تو نے چراتے ہوئے دیکھا ہی نہیں   آنکھیں تو دکھاتے ہوئے دیکھا ہی نہیں
آئے ہوئے دیکھا ہے ابھی دولت کو   بے پاؤں کے جاتے ہوئے دیکھا ہی نہیں

(60)

فطرت میں گناہ ہے کہ شامل ہے ابھی   دل پر ہو کچھ اختیار مشکل ہے ابھی
بجلی پہ حکومت ہے ہوا پر قبضہ   انسان مگر جبر کا قائل ہے ابھی

(61)

گذری ہوئی محفلوں کو رونے ہی کو ہیں   یہ سچ ہے کہ ہیں مگر نہ ہونے ہی کو ہیں
سن لو کچھ ہم سے زندگی کی باتیں   آنکھوں میں ہے نیند ہم بھی سونے ہی کو ہیں

(62)

اسرارِ حیات سر پٹکتے ہیں یہیں   کیا دونوں جہاں کے دل دھڑکتے ہیں یہیں
تاروں کی ہنسی تو دیکھو او برق جمال   جیسے تارے فقط چمکتے ہیں یہیں

(63)

ناکامیٔ تدبیر کا وسواس نہ ہو
کتنی دشواریاں ہوں پر یاس نہ ہو
میدانِ عمل میں پاؤں اس طرح جما
آتے رہیں زلزلے اور احساس نہ ہو

(64)

دل ہے تو نماز بھی ہے روزہ بھی قبول
دنیا بھی قبول ترکِ دنیا بھی قبول
بے درد کا جینا ہے نہ مرنا برحق
دل میں ہے اگر درد اشارہ بھی قبول

(65)

معیاد کی تکمیل بہر طور کرو
یاں فلسفۂ حیات پہ غور کرو
ہم جاتے ہیں پھر کھلے گا بابِ زنداں
کچھ دن ابھی انتظار تم اور کرو

(66)

مرکز سے نظامِ ہوش ہٹ جائے گا
ہر سلسلۂ خیال کٹ جائے گا
ہاتھوں کی لکیروں پہ کہاں جاتا ہے
پردہ اُلٹا تو دل الٹ جائے گا

(67)

افسانۂ بے دار دلی چھوڑ گئے
آوازہ درد پروری چھوڑ گئے
دل والوں پہ کچھ اجل کا قابو نہ چلا
مرنے کو چلے تو زندگی چھوڑ گئے

(68)

تکمیل غمِ حیات ہوگی کہ نہیں
آزادی بے جہات ہوگی کہ نہیں
تم دوسری دنیا کی سناتے ہو خبر
دنیا سے کبھی نجات ہوگی کہ نہیں

(69)

مرکز کی طرف سب جز و کل جائیں گے
اسرار نبود و بود کھل جائیں گے
یہ چاند یہ سورج یہ ستارے یہ زمیں
شبنم کی طرح فضا میں گھل جائیں گے

(70)

ہاں اپنے گناہوں سے تجلّی جائے گی
ہاں بحرِ کرم کے متصل جائے گی
کیا جانیے خاک ہوئے ستارے کتنے
دنیا بھی اسی خاک میں مل جائے گی

(71)

وہ حسن کہ خود حسن بھی دیوانہ ہو
تیور ایسے کہ جن کا افسانہ ہو
بھٹکا ہوا دنیا میں فرشتہ جیسے
حیران ہو ماحول سے بیگانہ ہو

(72)

تو کیا کرے اے مظاہرِ بے دردی
قدرت نے تری آنکھ قیامت کردی
پہلے تو شبِ غم کی سیاہی گھولی
پھر آتشِ تابناکِ انجم بھردی

(73)

بننے کی نہیں کبھی جو دم میں دم ہیں
دو طرح کی مشکلیں ہیں دوہرے غم ہیں
ہے تیز مزاج وہ نگارِ نازک
اور خیر سے بد دماغ شاعر ہم ہیں

(74)

دل میں طوفان دم کہاں لیتا ہے
منزل کس رخ پہ کارواں لیتا ہے
ذرہ ذرہ ہے اک حیاتِ بے تاب
رگ رگ میں یہ کون چٹکیاں لیتا ہے

(75)

سوتے سے جگائے گی جو تقدیر تجھے
قدرت کرلے گی جب بغل گیر تجھے
کیا خوابِ عدم ہے اور کیا خوابِ وجود
مل جائے گی وہ خواب کی تعبیر تجھے

(76)

کم ہوتے ہیں ایسے جنہیں غم ہوتا ہے
یہ اور ستم بعد ستم ہوتا ہے
انساں کو جہالت سے بچائے اللہ
اس درد کا احساس بھی کم ہوتا ہے

(77)

کیا کج نگاہ عارفانہ لے کر   چلتا ہے مجھے ساتھ زمانہ لے کر
دم بھر جو تردد میں قدم رکھتا ہے   قسمت بڑھتی ہے تازیانہ لے کر

(78)

وہ حسن کی زینت جسے درکار نہ ہو   سجدہ سے جہاں نگاہ کو عار نہ ہو
اندھیر یہ کیا ہے اے نظامِ فطرت   ایسے قالب میں روح بیدار نہ ہو

(79)

دنیا میں بہت گزر گئے ہیں؛ ایسے   کیا پوچھتے ہو کہ جی رہے ہیں کیسے
شیریں بھی ہو مختصر بھی ہو دورِ حیات   اچھی طرح گایا ہوا نغمہ جیسے

(80)

دے کر یہ دماغ و دل نمایاں کرنا   علم و حکمت کو زیرِ فرماں کرنا
فطرت سے تعجب ہے یہ سب کچھ کر کے   انساں کو پھر خاک سے یکساں کرنا

(81)

انسان کی زندگی کو شرماتے ہیں   خوش خوش آتے ہیں خوش چلے جاتے ہیں
پھولوں میں نہ جھگڑا ہے کوئی اور نہ فساد   کھلتے ہیں مہک دیتے ہیں مرجھاتے ہیں

(82)

اٹھا ہے نظر سے آج پردا جیسے   دیکھا ہے نیا نیا تماشا جیسے
اے صبح محبت یہ تری شادابی   تخلیق ہوئی ہے آج دنیا جیسے

(83)

دنیا تصویرِ خوف بن جاتی ہے   ہر وار پہ کانپتی ہے تھراتی ہے
دنیا میں اگرچہ روز آتی ہے اجل   دنیا کو نئی سی شے نظر آتی ہے

(84)

ہے رنج بہت خوشی کے لمحے کم ہیں — کیسی دنیا میں یا الٰہی ہم ہیں
ارباب حواس وہوش کا ذکر نہیں — بچوں کے لیے بھی چھوٹے غم ہیں

(85)

کب تک یہ سلوک بے محابا مجھ سے — کب تک یہ مذاقِ ذکرِ فردا مجھ سے
جنت کے سکون کی خبر دیتے ہو — انساں ہو تو پوچھو غمِ دنیا مجھ سے

(86)

بے حسنِ عمل ہے یہ تمنائے بہشت — کہتے ہیں کہ دنیا میں اتر آئے بہشت
ہے میری تمہاری آرزو میں یہ فرق — میں کہتا ہوں دنیا ہی نہ بن جائے بہشت

(87)

سجتے ہیں چمن میں جگمگاتے ہوئے پھول — ہر ذوقِ نظر کو آزماتے ہوئے پھول
جب توڑنے اٹھتا ہوں یہ آتا ہے خیال — کچھ کہہ نہ اٹھیں یہ مسکراتے ہوئے پھول

(88)

امید غلط عالمِ انسانی سے — دو روز کے عیشِ تن آسانی سے
دنیا کا ہے ابتدا سے دستور یہی — ہے سو کا بھلا ایک کی قربانی سے

قومی رباعیات

(1)

شبیرؑ نے راہِ حق میں کیا کیا نہ دیا
کاندھا جو ضریح کو دیا بھی تو کیا
ہم نے ہی ثبوت کچھ ولا کا نہ دیا
جب بھائی نے بھائی کو سہارا نہ دیا

(2)

دو اشک بہا کے شاد و مسرور ہے تُو
ماتم کے لیے ہاتھ ہیں آزاد مگر
افسوس کہ منزل سے بہت دور ہے تُو
شبیرؑ کی پیروی سے مجبور ہے تُو

(3)

آقا سے جہانداری و دارائی لے
عباسؑ کی طرح زورِ احساس دکھا
دامن پھیلا کے شانِ یکتائی لے
میدانِ عمل میں آ کے انگڑائی لے

(4)

اے مومنِ غم طراز ماشا اللہ
مخصوص ہے صدر میں امیروں کی جگہ
اے مردِ زمانہ ساز ماشااللہ
مجلس میں بھی امتیاز ماشااللہ

(5)

ملت میں کمی نہیں عزاداروں کی
اپنی مجلس میں دیکھ اے منعمِ وقت
بیشک ہے یہی شان وفاداروں کی
کتنی تعداد ہوگی ناداروں کی

(6)

کیوں قوم کے ادبار کی ہو ان کو خبر
کیا ڈوبتی ناؤ کو اُبھاریں گے بھلا
جن کو نہیں شبہات نجاست سے مفر
جو حوض میں ڈوبے رہیں چوبیس پہر

(7)

طوفان میں اشکوں کے اُبھرنا سیکھو ماتم کی جلالت میں سنورنا سیکھو
ہاں اے غمِ شبیرؑ میں جینے والو جینا تمہیں آتا ہے تو مرنا سیکھو

(8)

بیدرد بھی دردمند ہوسکتا ہے ایثار پہ کاربند ہوسکتا ہے
شبیرؑ کے اُسوہ سے کوئی لے تو سبق انسان سر بلند ہوسکتا ہے

(9)

تکلیف میں دم کسی کا بھرنا کیسا غفلت میں کوئی نفس گزرنا کیسا
ہر سانس میں ہو وردِ زباں نامِ علیؑ یہ وقت پڑے پہ یاد کرنا کیسا

(10)

ناکامی تدبیر کا وسواس نہ ہو چتون کبھی آماجگہِ یاس نہ ہو
میدانِ عمل میں پاوں اس طرح جما آجائے قیامت بھی تو احساس نہ ہو

(11)

سجادہ پہ سب گناہ لے جاتا ہے سجدوں سے معاملت کئے جاتا ہے
اے خلقِ خدا پہ ظلم کرنے والے کس منہ سے خدا کے سامنے جاتا ہے

(12)

دولت ہے بدستور ستم ڈھائے ہوئے بیٹھے ہیں غریب رنج وغم کھائے ہوئے
دنیا میں جگہ نہیں کھڑے ہونے کی کچھ لوگ پڑے ہیں پاؤں پھیلائے ہوئے

(13)

دولت یونہی دنیا کی ہوا کھاتی ہے آتی ہے کہیں سے اور کہیں جاتی ہے
میرے تو نصیب کا دیا بجھ ہی گیا لو تیرے چراغ کی بھی تھراتی ہے

(14)

افلاس پہ مامور نظر آتا ہے　　مرکز سے بہت دور نظر آتا ہے
دستور بدل گیا حکومت بدلی　　مزدور بدستور نظر آتا ہے

(15)

انسان کی جنسِ خام کہلاتے ہیں　　ناقابلِ احترام کہلاتے ہیں
سیدھے بچے جری جفاکش مزدور　　کیا ظلم ہے یہ عوام کہلاتے ہیں

(16)

تو قوم کی اصلاح پہ آمادہ ہے　　یا شہرتِ تحریر کا دلدادہ ہے
نغموں کا یہ انبار مضامین کی پوٹ　　بکواس ہے جب دل کا ورق سادہ ہے

(17)

الفاظ عمل تک پہنچتے اے کاش　　اب تک ہے وہی جدید نوحوں کی تلاش
اب سبطِ پیمبرؐ کی صفِ ماتم پر　　یا قوم کی تنظیم ہو یا قوم کی لاش

(18)

کس کام کے ہیں یہ بندہ پرور جلسے　　یہ قوم کے جلسے ہے تونگر جلسے
بھوکے مرتے ہیں کتنے مفلس و مجبور　　ماتم ہے گھروں میں اور باہر جلسے

(19)

صدیوں سے مصیبت میں گرفتار ہیں ہم　　حق ہے کہ مساوات کے حقدار ہیں ہم
بے جا ہے یہ توڑ پھوڑ لیکن اے دوست　　مزدور نہیں، وطن کے معمار ہیں ہم

(20)

غفلت میں اگرچہ قوم سوتی ہے ابھی　　ساقی تیرا نام لے کے روتی ہے ابھی
گردش میں تیرا جام ولا ہے اب تک　　پوجا تیری تلوار کی ہوتی ہے ابھی

(21)

یہ شانِ ولا اے دلِ ناکام نہیں
اب تک بھی اخوت کی روش عام نہیں
عترت سے محبت کا ہے دعویٰ لیکن
آپس میں محبت کا کہیں نام نہیں

(22)

پھر ذلّت عاجزی کا پابند ہوا
پھر عیب خوشامد کا ہُنر مند ہوا
پھر لے کے چلی غرض کسی کے در پہ
ایک اور اضافۂ خداوند ہوا

(23)

مجلس کو نہ اِک نقشِ سادہ سمجھو
مفہومِ عزا کو بالارادہ سمجھو
منت کا جو پہنا ہے کلاوہ تم نے
مولاؑ کی اطاعت کا قلادہ سمجھو

(24)

مجلس میں گئے بزمِ فضائل دیکھی
سو بار مسالہ کی محفل دیکھی
جس دَرد کی منزل میں ہُوا اپنا گذر
بیدردیِ ذاتیات شامل دیکھی

(25)

کیوں نشۂ ہستی کسی عنوان چڑھے
نخوت کی بلندی پہ نہ انسان چڑھے
اے میرے علَم بدوش یہ مانگ دُعا
سایہ میں علَم کے قوم پروان چڑھے

(26)

افطار و سحر کے وقت کچھ کھالیتا
تاویل سے احباب کو سمجھا لیتا
دولت ہوتی اگر تو اُجرت دے کر
روزہ کسی مزدور سے رکھوا لیتا

(27)

سب شرع کے حکم قابلِ غور نہیں
کیا دَور یہ غور و فکر کا دَور نہیں
تیرے لیے بس نماز روزہ کے سوا
اے دوست فروعِ دین کچھ اور نہیں

(28)

آپس کے تعلقات مذہب میں نہیں — شاید یہ تصورات مذہب میں نہیں
تیرے لیے ہے نماز و روزہ مذہب — دنیا کے معاملات مذہب میں نہیں

(29)

دل بھی ہو اصول پر ذرا مشکل ہے — دل چار طرف ہے اور آخر دل ہے
اتنی تو ہمیں بھی عدل سے ہے نسبت — عدل اپنے اصولِ دیں میں شامل ہے

(30)

علم و دولت کے بت سجا رکھے ہیں — سر سجدۂ ناحق میں جھکا رکھے ہیں
ملت کو ہے کیا خدائے واحد سے غرض — اُس نے دو دو خدا بنا رکھے ہیں

(31)

آرائشِ صورت و قیافہ کرلو — تیار کوئی اور لفافہ کرلو
ہر ایک گناہِ نو کی تکمیل کے بعد — سامانِ تقدس میں اضافہ کرلو

(32)

تقلید ہوئی نہ حشر سامانوں کی — سرباز و نظر بلند انسانوں کی
انصارِ حسینؑ کی روش پر نہ چلے — راہیں پامال کیں عزا خانوں کی

(33)

اشعار پہ واہ واہ کرتا ہے ہمیں — افسانۂ غم پہ آہ کرتا ہے ہمیں
مجلس کا ہوا کبھی نہ مقصد پورا — مجلس سے فقط نباہ کرتا ہے ہمیں

(34)

گھر کے قصوں میں وقت کھویا کچھ دیر — پھر ذکرِ حسینؑ سن کے رویا کچھ دیر
مجلس میں گزر گئی بہرحال اچھی — جاگا کچھ دیر اور سویا کچھ دیر

(35)

ایمان غمِ کربلا پہ لائے ہوئے ہیں
افسار اگرچہ دل پہ چھائے ہوئے ہیں
وہ خلعت زیست موت کو دے کے گئے
ہم زیست کو بھی موت بنائے ہوئے ہیں

(36)

جذبات بلند ہیں نہ احساس قوی
ایسی نسبت اور ایسی بیگانہ روی
کس زعم پہ اپنے کو سمجھتا ہے تو
وابستۂ "خانوادۂ مرتضوی"

(37)

جب قوم پہ وقت آپڑے مشکل کا
ایثار دکھا حسینیوں کے دل کا
دنیا پہ کھلے گی یہ حقیقت اُس دن
تو مرد ہے طوفان کا یا ساحل کا

(38)

اب صاحب دل کہاں قرینے والے
طوفان بھی لے گئے سفینے والے
مرنے جینے کی رسم جاری ہے فقط
مرنے والے رہے نہ جینے والے

(39)

کیا مالکِ اشتر نے جھنجوڑی ہیں صفیں
ہر جنگ میں صاف کر کے چھوڑی ہیں صفیں
تیرے لیے ہے نفس کا میدانِ جہاد
کچھ تو نے برائیوں کی توڑی ہیں صفیں

(40)

ہر گوشۂ قلب میں لیے وسعتِ خیر
حسّاس نگاہوں سے کرو دین کی سیر
پھر ہو وہی عزم و استقامت حاصل
پھر قوم میں پیدا ہوں "سعید" اور "زہیر"

(41)

ٹھہریں نہ ہوا کے آبگینے پہ قدم
دم بھر نہ رکیں فلک کے سینے پہ قدم
لے نامِ علیؑ اور سرِ عرش پہنچ
رکھ کر مہ خورشید کے زینے پہ قدم

(42)

ہر فکر و نظر میں انقلاب آتا ہے
تشبیہ و تماثیل کا باب آتا ہے
اس وقت بھی تجھ کو یاد آتی نہیں موت
جب وقتِ غروب آفتاب آتا ہے

(43)

کس طرح بدل گیا یہ معیارِ حیات
کیوں سرد ہوئی گرمیِ بازارِ حیات
جس قوم نے سر کی مہمِ کرب و بلا
اُس قوم میں ملتے نہیں آثارِ حیات

(44)

شبیرؑ کا دردِ دل سنانا ہے تجھے
سوتی ہوئی دنیا کو جگانا ہے تجھے
تو آپ ہی انسان ابھی تک نہ بنا
انسان کو انسان بنانا ہے تجھے

(45)

سنبھلے گی نہ اپنی حالتِ زار کبھی
چونکیں گے نہ غفلت سے عزادار کبھی
شبیرؑ سے درس غیر قوموں نے لیا
قربانیاں جاتی نہیں بے کار کبھی

(46)

محفل میں نشہ ئے تولاّ کا چڑھا
خیبر کی خبر سُن کے درود اور پڑھا
راہیں کیا کیا علیؑ کی سیرت سے ملیں
دِل نعرۂ صلوات سے آگے نہ بڑھا

(47)

بس دن کے لیے راہِ محبت پہ چلا
سانچے میں نہ تو صبر وقناعت کے ڈھلا
اپنی تنخواہ کی کمی پر شکوہ
افلاس پہ اہلبیتؑ کے صلِ علیٰ

(48)

اٹھا نہ قدم عمل کا بڑھنے کے لیے
ہمت کی بلندیوں پہ چڑھنے کے لیے
مولاؑ کا ہر اک معرکۂ علم و عمل
سنتے رہے ہم درود پڑھنے کے لیے

(49)

آنکھوں میں تری زباں پہ صلِ علیٰ
جذبہ کوئی اِن حدوں سے آگے نہ چلا
اللہ وہی قوم ہو سب سے پیچھے
جس قوم میں ہو معرکۂ کرب و بلا

(50)

بس برتے پہ حیدری تو کہلاتا ہے
اپنی ہستی میں کیا جھلک پاتا ہے
تیرا دل بھی نہیں ہے تیرے بس میں
مغرب سے وہ آفتاب پلٹاتا ہے

(51)

آقا سے جہانداری و دارائی لے
دامن پھیلا کے شانِ یکتائی لے
عباسؑ کی طرح زورِ احساس دکھا
میدانِ عمل میں آ کے انگڑائی لے

(52)

ساکن ہو دلوں میں نہ تکدّر کی طرح
مذموم نہ بن لفظِ تنفّر کی طرح
آفاق میں حریت کو بدنام نہ کر
آزادی کی سانس لے مگر حُر کی طرح

(53)

ہاں سِرِّ خفی نصِ جلی کہہ کے اُلٹ
اے صاحبِ زورِ ازلی کہہ کے اُلٹ
کیا صرف کتابوں کے اُلٹتا ہے ورق
دنیا کا ورق بھی یا علیؑ کہہ کے اُلٹ

(54)

اے سینہ شگاف غم اُٹھانے والے
اے درد بدل قدم اُٹھانے والے
آلودۂ خونِ حق شعاری تو نہیں
یہ ہاتھ جو ہیں علم اُٹھانے والے

(55)

عباسؑ کے نام کا اُٹھاتے ہیں علم
کھاتے ہیں اُسی جری کی ہر بار قسم
اتنا تو سبق اُس کی شہادت سے لیا
اس سے بڑھ کر اب اور کیا کرتے ہم

(56)

ایسی ہے نہ قیصر کی نہ فغفور کی شب
سرمایہ پرست کی نہ مزدور کی شب
احساس ہو قوم میں تو دن پھیر نہ دے
ہجرت کی یہ رات اور یہ عاشور کی شب

(57)

ایسا تھا کہاں شمع سرِ طور کا دن
جلوہ سے قریب کا ہو یا دور کا دن
وہ ٹھوکریں کھاتی پھرے تاریکی میں
جس قوم کے ورثہ میں ہو عاشور کا دن

(58)

منعم ہے تو یہ آتشِ افلاس بجھا
اُٹھ اپنی غریب قوم کی پیاس بجھا
تو شمع جلاتا ہے عزا خانوں میں
للہ نہ اپنی شمع احساس بجھا

(59)

مجلس واجب ہے، تم پہ ماتم واجب
ہر حال میں شبیرؑ کا ہے غم واجب
شبیرؑ نے سر دے کے بچایا ہے جسے
اس قوم کی خدمت ہے، بہت کم واجب

(60)

گوشہ میں وہ دولت کا خزینہ دیکھو
ماتھے پہ وہ علم کے پسینہ دیکھو
ہے اِن کے خلاف شان ماتم کرنا
حلقہ سے الگ دست بسینہ دیکھو

(61)

تکمیل نیاز و نذر کر لیتے ہیں
اس راہ میں قرض بیشتر لیتے ہیں
بھوکوں کو نوالہ نہیں ملتا لیکن
سب پیٹ بھرے ہی پیٹ بھر لیتے ہیں

(62)

یوں حال غریبوں کا سدھر سکتا ہے
ڈوبا ہوا حوصلہ اُبھر سکتا ہے
منعم ہے تو کر قوم کی عسرت کا علاج
حصہ مجلس کا پیٹ بھر سکتا ہے

(63)

کیا پھرتا ہے دامن کو سنبھالے بندے
تقدیس کی آغوش کے پالے بندے
بندہ ہے تو اللہ کے بندوں کو نہ بھول
اللہ کی یاد کرنے والے بندے

(64)

افطار کے سامان سے مطبخ بھر جائے
جو زیرِ گلو جائے وہ لقمہ تر جائے
ہوتی نہیں ایسے روزہ داروں کو خبر
فاقہ سے اگر کوئی پڑوسی مر جائے

(65)

حیرت ابھی واقفِ اسرار نہیں
تفسیرِ مودّت سے خبردار نہیں
مانا شبِ عاشور میں بیدار ہے تو
بیداری کے مفہوم میں بیدار نہیں

(66)

مفہوم شہادت کو بھلادے ملت
مجلس کو بھی اک رسم بنادے ملت
تقریر کا آج کوئی معیار نہیں
منبر پہ جسے چاہے بٹھادے ملت

(67)

رکتے ہیں بھلا ہمتِ کامل والے
منجدھار میں سب کود پڑے دل والے
جیسے کوئی زندگی کے دن گنتا ہے
لہریں گننے کھڑے ہیں ساحل والے

(68)

دل میں ترے درد کی بھی لے ہے کہ نہیں
کردار میں ملتی ہے کوئی شے کہ نہیں
ہے حبِ علیؑ سفینۂ نوح مگر
تیری بھی سفینہ میں جگہ ہے کہ نہیں

(69)

آنسو تو بہت آنکھ کے پیمانے میں
کیا رنگ ہے زندگی کے افسانے میں
دل بھی ترا پاک ہے، زباں بھی طاہر
یہ دیکھ کے پاؤں رکھ عزاخانے میں

(70)

حسرت ہے اگر تجھے یہ ادراک نہیں
جامہ کی بساط کیا جو دل پاک نہیں
تو رونقِ منبر ہو کہ ہو خاک نشیں
کردار ہے اصل چیز پوشاک نہیں

(71)

ہے رفعتِ نفس کا سبب بیداری
زیبا ہے پر اس طرح سے کب بیداری
دل میں زر و سیم لب پہ اللہ غنی
اے عاملِ بت سازی و شب بیداری

(72)

اچھی سحری لذیذ تر افطاری
ہر روز ہو عیش صوم کی تیاری
احکامِ شریعت جو سمجھنے بھی نہ دے
ایسی دولت سے ہے بھلی ناداری

(73)

زندہ قوموں کے یوں نشاں ملتے ہیں
ابھرے ہوئے نقشِ رفتگاں ملتے ہیں
یوں ذکر علیؑ کا اہلِ عالم سے کرو
سب چیخ اٹھیں علی کہاں ملتے ہیں

(74)

ہم نے مانا ابھی سویرا ہے بہت
غفلت کی نوازشوں نے گھیرا ہے بہت
اٹھ حسنِ عمل کی شمع روشن لے کر
جانا ہے جدھر تجھے اندھیرا ہے بہت

(75)

ہستی کی نمود کچھ تماشا تو نہیں
تو ایک ہی اللہ کا بندہ تو نہیں
کس کس کے حقوق تجھ پہ ہیں غور تو کر
دنیا میں ترا وجود تنہا تو نہیں

(76)

جو خدمتِ خلق عمر بھر کر کے گیا
تکلیف محبت میں بسر کر کے گیا
اس کے لیے ہے موت بھی پیغامِ حیات
وہ معرکۂ حیات سر کر کے گیا

(77)

تو زورِ حیات آزمانے کا نہیں
یوں بزمِ عمل میں بار پانے کا نہیں
قومیں حق مانگتی ہیں شمشیر بکف
تجھ کو یارا زباں ہلانے کا نہیں

(78)

جب تک مری زباں میں گس ہے سن لے
جب تک سننے پہ تیرا بس ہے سن لے
سنسار کو سکھ ملا ہے میرے دکھ سے
میرے دکھ میں پریم رس ہے سن لے

(79)

اب تک وہی نخچیریٔ و صیادی ہے
اب تک وہی تفرقوں کی ناشادی ہے
باتیں تو بہت کچھ ہیں عمل ہے محدود
اس دور میں تقریر کی آزادی ہے

(80)

ملت پہ عجیب بے حسی طاری ہے
کیا نام کی زندگی و بیداری ہے
ہم سایہ ہیں یوں مفلسی و بے خبری
فاقے ہیں کہیں اور کہیں افطاری ہے

(81)

ایمان کی بہار لے کے عید آئی ہے
روزوں کا نکھار لے کے عید آئی ہے
نا محرمِ راز عید تیری خاطر
اک قرض کا بار لے کے عید آئی ہے

(82)

ہر ذرّے سے اک سحاب پیدا کر دے
ہر قطرہ سے آفتاب پیدا کر دے
آقا ہے تیرا حسینؑ سا مردِ عمل
جب چاہے تو انقلاب پیدا کر دے

(83)

شبیرؑ نے راہِ حق میں کیا کیا نہ دیا
ہم نے ہی ثبوت کچھ ولا کا نہ دیا
کاندھا جو ضریح کو دیا بھی تو کیا
جب بھائی نے بھائی کو سہارا نہ دیا

(84)

اک خواب و خیال کوثر آشامی ہے جذبات کا مد و جزر ہنگامی ہے
مجلس سے نکل کے رخ کدھر ہے یہ دیکھ غافل ابھی تشنگی میں کچھ خامی ہے

(85)

مانا کہ دماغ عقل برساتا ہے ہمت سے زمیں زیرِ نگیں لاتا ہے
میرے لیے اے کارکنانِ قدرت دل لاؤ جو تاج و تخت ٹھکراتا ہے

(86)

اک حسرتِ بے پناہ پیدا کرلے آنکھیں نہ سہی نگاہ پیدا کرلے
غافل عذرِ شکستہ پائی کیسا بے پاؤں کے چل وہ راہ پیدا کرلے

(87)

جینا ہے تو مرجانے کا آہنگ رہے حق کے لیے باطل سے سدا جنگ رہے
جادہ ہو وفا کا عشق ہو راہ نما دوروز کی زندگی ہے ست سنگ رہے

(88)

اعجاز نہیں حضور رس ہو جانا آوارۂ جادۂ ہوس ہو جانا
تو بالِ ہما تو ہے پر اتنا سُن لے آساں ہے بہت پرِ مگس ہو جانا

(89)

رُکتے ہیں کہیں ہمتِ کامل والے منجدھار میں سب کود پڑے دل والے
جیسے کوئی زندگی کے دن گنتا ہو لہریں گنتے کھڑے ہیں ساحل والے

(90)

زردار تکلف کے سوا کیا جانیں مزدور کی زیست کا مزا کیا جانیں
کھانا پینا نظام اوقات پہ ہے جو پیٹ بھرے ہیں اشتہا کیا جانیں

(91)

نادان ہے جو مفلسی کا غم کھاتا ہے سُن میرا مشاہدہ جو فرماتا ہے
دولت آتی ہے جب کسی کے گھر میں شیطان آتا ہے اور خدا جاتا ہے

(92)

اب اور ہی نقشا نظر آتا ہے مجھے کچھ رنگ بدلتا نظر آتا ہے مجھے
نزدیک ہو یا دور ہو طوفان کوئی بڑھتا ہوا سایا نظر آتا ہے مجھے

(93)

ہنگامۂ بیدار دلی چھوڑ گئے آوازۂ درد پروری چھوڑ گئے
دل والوں پہ کچھ اجل کا قابو نہ چلا مرنے کو چلے تو زندگی چھوڑ گئے

اخلاقی رباعیات

(1)

پتھر کا جگر ہو ظلم سہنے کے لیے
حق کی خاطر تباہ رہنے کے لیے
منہ بھی ہے زبان بھی ہے منہ میں لیکن
دل چاہیے دل کی بات کہنے کے لیے

(2)

کیا نامِ خدا بہ شدّ ومد کہتے ہیں
کہتے ہیں تو بے حساب وحد کہتے ہیں
بھولے سے کسی کی خود بھی کرتے ہیں مدد
دن رات جو یاعلیؑ مدد کہتے ہیں

(3)

حق بات پہ اڑ کے بیٹھ بوذر کی طرح
اُٹھ شیر صفت مالکِ اشتر کی طرح
سرمایہ پرستوں کی خوشامد میں نہ رہ
دولت کو دعا نہ دے گداگر کی طرح

(4)

بھولے سے کبھی عقل کے ناخن لیتا
تاریخ نہ قصہ کی طرح سُن لیتا
دولت کی ہوا سے دور رہ کر اے کاش
سلمان کی طرح ٹوکری بُن لیتا

(5)

انسان نہ لے کسی کا ناداری میں
فرق آتا ہے کیا شانِ وفاداری میں
سرمایہ پرستوں کے طریقوں پہ نہ جا
کیوں فکرِ نمائش ہے عزاداری میں

(6)

ہر جذبۂ غیرت سے اثر لیتا ہوں
خوددار ہوں کب یہ دردِ سر لیتا ہوں
نیچی نہیں اس کے ایک بندہ سے نگاہ
اللہ کے سو گناہ کر لیتا ہوں

(7)

اے نقطۂ اتحادِ روح و پیکر — ہیں تجھ میں حیاتِ ابدی کے جوہر
جینا جو نفس کے آنے جانے تک ہے — ایسے جینے سے ہے نہ جینا بہتر

(8)

جو نفس کے خیر خواہ ہوجاتے ہیں — اپنے لیے خوش نگاہ ہوجاتے ہیں
افعال کا ذکر کیا یہ دنیا وہ ہے — الفاظ جہاں گناہ ہوجاتے ہیں

(9)

ہر لحہ نئی ہوا میں بھرتے دیکھا — ہر گام پہ ہوش سے گزرتے دیکھا
دنیا کا تال سم معاذاً باللہ — اچھے اچھوں کو رقص کرتے دیکھا

(10)

مفلس کی ریاضتوں میں کیا رکھا ہے — افلاس نے علم کو دبا رکھا ہے
دیکھا مذہب کے غمگساروں میں بھی — سب نے دولت کو سر چڑھا رکھا ہے

(11)

دنیا کی چراگاہ سے راحت کی نوید — مذہب کے گھٹاٹوپ سے عزت کی نوید
ہو جہل کے ساتھ جوڑ دولت کا اگر — ہر بزم سے ملتی ہے صدارت کی نوید

(12)

کیسے کیسے ورق دلوں کے اُلٹے — اُلٹے، واللہ اور اچھے اُلٹے
اے لمحۂ آزمائش و دورِ عمل — کن کن چہروں سے تو نے پردے اُلٹے

(13)

جو سب کا ہے مالک یہ پیام اُس کا ہے — عزت غرباء کی احترام اُس کا ہے
سرکش! یہ امانت میں خیانت کیسی — ہاتھ اپنے سہی مگر سلام اُس کا ہے

(14)

مظلوم کی کچھ آئینہ داری تو کرو
ایثار کے سلسلے کو جاری تو کرو
رونے کا ثواب بھی ملے گا بیشک
اشکوں سے چمن کی آبیاری تو کرو

(15)

کیا ہے جو کہیں حق یہ زباں جاری ہے
شبیرؑ کے حق کا کوئی اقراری ہے
اقوال حسینی ہیں عمل ہے کچھ اور
اے دوست! میں کیا کہوں یہ غداری ہے

(16)

یہ آئینۂ دل میں کدورت کیسی
مذموم خیالات کی دعوت کیسی
جس دل میں تولاّ کی جگہ ہو غافل
اس میں کوئی ناروا بضاعت کیسی

(17)

بڑھتی چڑھتی جو سوزِ دل کی لَو ہے
آنکھوں میں تلاش و جستجو کی ضو ہے
تنظیمِ حیات کا سلیقہ ہے اگر
انسان کا ہر نفس حیاتِ نو ہے

(18)

بیجا ہے گناہوں پہ طرارے بھرنا
فطرت پہ اِک الزام کا چھپر دھرنا
انسان و گناہ میں تعلق برحق
منصب ہے ترا ترکِ تعلق کرنا

(19)

کیا کیجے نگاہِ عارفانہ لے کر
چلتا ہے مجھے ساتھ زمانہ لے کر
دم بھر جو تردّد میں قدم رُکتا ہے
قسمت بڑھتی ہے تازیانہ لے کر

(20)

ہر سمت نظر میں بُوئے خوں آتی ہے
سرگشتہ جستجوئے خوں آتی ہے
تہذیب و زباں تجارت و قوم و وطن
اِن لفظوں سے آج بوئے خوں آتی ہے

(21)

دولت کے نشہ میں یہ دریدہ دہنی
آساں ہے غریبوں کی تجھے دل شکنی
اے پیرو دینِ حق یہ مسلک تیرا
جیسے کہ ہے بیگانۂ خلقِ حسنی

(22)

اے لذتِ املاق میں کھونے والے
اذکارِ سلف پہ شاد ہونے والے
فاقہ سے ہیں دن بھر کے پڑوسی کتنے
اے رات کو پیٹ بھر کے سونے والے

(23)

اِک خطرۂ بے پناہ ایماں کے لیے
اک نشترِ مستقل رگِ جاں کے لیے
اپنوں میں نہ تکریم نہ غیروں میں گذر
افلاس بڑا جرم ہے انساں کے لیے

(24)

یوں بات نہ اب تلخ نوائی سے بدل
اے دوست نہ طرزِ دلربائی سے بدل
تقدیر سے آگیا زمانہ تیرا
لے تُو ہی بُرائی کو بھلائی سے بدل

(25)

اخلاقِ حسینؑ سے سروکار بھی ہو
دنیا کی نمائشوں سے بے زار بھی ہو
دولت سے ہے بے نیاز جو مردِ عمل
مزدور بھی ہو اور عزادار بھی ہو

(26)

دنیا میں غمِ حیات لایا ہوں میں
ہر زخمِ جگر پہ مسکرایا ہوں میں
جو موت حیاتِ جاوداں بنتی ہے
اس موت کی جستجو میں آیا ہوں میں

(27)

ساحل پہ ہیں کچھ ناؤ ڈبونے والے
طوفاں میں کچھ ہیں جان کھونے والے
ہنسنے والوں کا دل بڑھانے کے لیے
مل جاتے ہیں ہر عہد میں رونے والے

(28)

کس زعم نے ہے دماغ گھیرا تیرا　　منہ کس نے ہے آشتی سے پھیرا تیرا
دنیا اے بے خبر کسی کی نہ ہوئی　　دنیا میں بہت ہوا ہے میرا تیرا

(29)

کرنے کا ہے جو کام بہر طور کرو　　کردار کی تربیت پہ بھی غور کرو
پھر ہم بھی کہیں گے یہ بآواز بلند　　تعلیم کا معیار بلند اور کرو

(30)

ہم عہد کے نغمات سناتے ہی رہے　　واعظ کی زباں پہ وعظ آتے ہی رہے
دم بھر بھی نہ رفتارِ زمانہ ٹھہری　　ہم کیا ہیں سب اپنی گاتے ہی رہے

(31)

یہ رشک و حسد کی رَو میں کیا چاہتے ہو　　سمجھا تھا میں کچھ اپنا بھلا چاہتے ہو
چڑھنے کی فلک پر نہیں کرتے کوشش　　مجھ کو بھی زمیں پہ کھینچنا چاہتے ہو

(32)

ہو جائے گا معدوم یہ غم ہے شاید　　فانی ہے یہ روح یہ الم ہے شاید
ہر قطرۂ شبنم ہے فضا میں محفوظ　　شبنم سے بھی ہستی تری کم ہے شاید

(33)

نشتر ہمدردیوں کے سہتے نہ پھرو　　ہر موجِ ہوا کے ساتھ بہتے نہ پھرو
بندے ہو کسی کے اس کا احساس رہے　　ایک ایک سے دل کا درد کہتے نہ پھرو

(34)

کیا راہِ غرض میں لوٹتا جاتا ہے　　کیا کمتر و ناچیز بنا جاتا ہے
اللہ کے آگے نہیں جھکتا جو سر　　بندے کے حضور میں جھکا جاتا ہے

(35)

دنیا کی مری نظر میں کیا ہستی ہے — ویرانہ کی ممنون ہے جو بستی ہے
آخر میں نظر اٹھا کے دیکھوں کس کو — ہر قصرِ بلند کی بنا پستی ہے

(36)

واجب ہے ہر ایک اہلِ زر کی دعوت — احباب و عزیز ذی اثر کی دعوت
نادار غریبوں کے لیے ماہِ صیام — افطار کی دعوت نہ سحر کی دعوت

(37)

بادل کی طرح گرجنے والے دیکھے — ہتھیار بدن پہ سجنے والے دیکھے
چپ چاپ عمل کے گرم میدانوں میں — اپنی ہستی کو تجنے والے دیکھے

(38)

انساں ہے تو فطرت سے یہ دولت لے لے — سرمایۂ ایثار و محبت لے لے
خوشبو دیتے ہیں نیک و بد کو یکساں — پھولوں سے مزاج کی لطافت لے لے

(39)

تقریر ہو کچھ غلط خیالی ہی سہی — اظہارِ کمال بے کمالی ہی سہی
دیوانہ بھی ہو تو صدرِ محفل کر دو — کیسہ پُر ہے دماغ خالی ہی سہی

(40)

تقدیرِ نظامِ ہوش برہم کر دے — ممکن ہو تو زندگی کے دن کم کر دے
سیرت کا ہے کیا سوال صورت دیکھو — جیسے کوئی عصیاں کو مجسم کر دے

(41)

انسان کی زندگی کو شرماتے ہیں — خوش خوش آتے ہیں خوش چلے جاتے ہیں
پھولوں میں نہ جھگڑا ہے کوئی اور نہ فساد — کھلتے ہیں مہک دیتے ہیں مرجھاتے ہیں

(42)

چڑھتی ہوئی دھوپ دم میں ڈھل جاتی ہے گردوں کی طرح نظر بدل جاتی ہے
تیری ہی زمیں ہے جیسے اس طرح نہ چل یہ پاؤں سے بھی کبھی نکل جاتی ہے

(43)

آئیں نہ مری سمت مسافر نظریں تسکین کے احسان سے قاصر نظریں
دل اور کسی طرف، نظر اور کہیں میں نے دیکھی ہیں غیر حاضر نظریں

(44)

دل ہو تو سکونِ دل کا عالم بھی ہے ہو عینِ ہوس تو بزمِ ماتم بھی ہے
ہم خود ہوں جہنمی تو کیا اس کا علاج جنت بھی ہے دنیا میں جہنم بھی ہے

(45)

بلبل رودادِ غم سناتے ہی رہے غنچہ کچھ کہہ کے مسکراتے ہی رہے
دم بھر بھی نہ رفتارِ زمانہ ٹھہری ہم کیا ہیں سب اپنی گاتے ہی رہے

(46)

کیوں ساتھ ہر ایک پیشرو کے ہو لے پاسِ خاطر سے کس لیے منہ کھولے
چہرہ پہ شگفتگی لبوں پر دل ہو الفاظ ادا زباں سے ہوں دل بولے

(47)

پندار نہیں علم و یقیں کی زینت ملبوس نہیں دینِ مبیں کی زینت
کیا چیز ہے انکسار اللہ اللہ ہر سجدۂ برحق ہے جبیں کی زینت

(48)

وقف کا سرمایہ کیا سہو و خطا کا مال ہے کیا کسی بیدردِ حق ناآشنا کا مال ہے
اے مسلماں دستِ ناحق سے بچانا ہے ضرور ایک پیسہ بھی رہے تو خدا کا مال ہے

(49)

سوتے ہوئے جذبہ کو جگا کر دیکھو
نیکی سے بدی کا دل ہلا کر دیکھو
پھر بھول کے بھی وہ سر اٹھانے کا نہیں
دشمن پہ یہ وار آزما کر دیکھو

(50)

انسان ہے خود ہی چارہ ساز اپنے لیے
دل میں ہے اگر تو ہے گداز اپنے لیے
اللہ کو کیا نماز روزہ کا ثواب
اپنے لیے روزہ ہے نماز اپنے لیے

(51)

انساں کو بہت گرا رہا ہے انساں
ٹھہرو دم بھر اِک آ رہا ہے انساں
وہ رُوپ بھی دیکھ لے گی دنیا اک دن
جس روپ میں جگمگا رہا ہے انساں

(52)

احساس کا انداز بدل جائے گا
گرتا ہوا معیار سنبھل جائے گا
سمجھے گا تو زندگی کا مقصد اس وقت
جب دل سے ترے اَنا نکل جائے گا

(53)

آغاز اچھا ہو جس کا انجام اچھا
انساں ہے وہی اے دلِ ناکام اچھا
مشہور ہے بد اچھا ہے بدنام بُرا
ہم کہتے ہیں بد اچھا نہ بدنام اچھا

(54)

خوددار کسی کا آسرا لیتے ہیں
دوگام میں کارواں کو جا لیتے ہیں
کس نے یہ کہا جگہ نہیں محفل میں
ہمت کے قدم جگہ بنا لیتے ہیں

(55)

خاکسترِ سیم و زر جبیں سے نہ اٹھا
احساس کوئی دور سے قریں سے نہ اٹھا
رکھ دستِ طلب فضائے عالم سے بلند
تلوے بھی پڑے ہوں تو زمیں سے نہ اٹھا

(56)

ناداں ہیں جو اس زعم میں کھو جاتے ہیں
مرتے ہوئے زندگی کو رو جاتے ہیں
ہو دامنِ دولت میں ولادت تیری
ایسے بہت اتفاق ہو جاتے ہیں

(57)

دولت سے ہم احتراز فرما نہ سکے
قابو میں تھے ہاتھ اور سر کا نہ سکے
سب خاک میں مل گیا قیامت کا غرور
جب پاؤں پہ گر پڑی تو ٹھکرا نہ سکے

(58)

ہر گام پہ تیوریاں بدلتا ہوا جا
سر پائے غرور سے کچلتا ہوا جا
ہے ایک گڑھا قبر کا منزل تیری
چلتا ہوا جا تو کہ مچلتا ہوا جا

(59)

تھم جا کہ ہے اس راہ سے پھرنا بھی تجھے
دریا میں ہے ڈوبنا بھی ترنا بھی تجھے
نخوت نے بلند کر دیا ہے جتنا
اتنی ہی بلندی سے ہے گرنا بھی تجھے

(60)

منہ گریۂ حسرت سے نہ ڈھل جائے کہیں
یہ وقت نہ مثلِ شمع گھل جائے کہیں
او بسترِ عیش پر اکڑنے والے
کس خواب میں ہے آنکھ نہ کھل جائے کہیں

(61)

افلاس ہے یہ نام گناہوں کے لیے
بھٹکی ہوئی زندگی کی راہوں کے لیے
دیکھا یہ تمول کی فضا کا عالم
جیسے یہ جگہ وقف ہے آہوں کے لیے

(62)

ہر چند کہ ہے تاک میں صیاد ابھی
باقی ہے یہ نعمتِ خدا داد ابھی
آواز بھی قید ہیں نگاہیں بھی اسیر
صد شکر کہ احساس ہے آزاد ابھی

(63)

لطف غمِ زندگی تجھے کیا معلوم
کس چیز کی ہے کمی تجھے کیا معلوم
منعم تری تخلیق ہوئی تھی جس وقت
فطرت کس دھن میں تھی تجھے کیا معلوم

(64)

اس داد و دہش کو محتشم سمجھا ہے
سمجھا ہے بہت اگر تو کم سمجھا ہے
ہم نے دیکھے ہیں بے شمار اہلِ کرم
تو اپنی تجارت کو کرم سمجھا ہے

(65)

قرأت کی یہ ہنگامہ طرازی کیسی
یہ شانِ نماز اور نمازی کیسی
سر سجدہ میں گردن پہ دو عالم کے حقوق
اللہ رے یہ شعبدہ بازی کیسی

(66)

آثار میں شانِ کبریائی تو نہیں
در پر کوئی صرف جبہ سائی تو نہیں
بے مال و کمال و علم انساں تو رہا
صد شکر کہ دعویٰ خدائی تو نہیں

(67)

اک اک سے گرفتارِ بلا مانگ چکے
عالم کے طبیبوں سے شفا مانگ چکے
تدبیر کے بندوں کو دعا کب سوجھی
جب سارے زمانے سے دوا مانگ چکے

(68)

تبدیل فضائے بزمِ عالم نہ کرو
اس جنتِ ارضی کو جہنم نہ کرو
مہمان ہو مہمان کی حد سے نہ بڑھو
دنیا کا نظامِ امن برہم نہ کرو

(69)

نافہموں سے کیا دست و گریباں ہونا
دنیا میں بہر حال یہ ساماں ہونا
نا اہلوں کی پرورش ہے دنیا کا اصول
ہر جوہرِ قابل کو ہے قرباں ہونا

(70)

فطرت کردے گی تجھ کو عریاں اک دن ہو جائے گا ظاہر غمِ پنہاں اک دن
دریا میں ڈبو دے گا اگر اپنا گناہ ساحل پہ بہالائے گا طوفاں اک دن

(71)

تصویر کی طرح سامنے آئیں گے الفاظ تلک فضا میں لہرائیں گے
تاریکی میں جس قدر ہوئے ہیں اعمال اک دن سب روشنی میں آجائیں گے

(72)

دولت کی فضا میں خاک راہی کب تک انسان کی یہ ذلت و خواری کب تک
مسجودِ ازل کو منہ دکھاتا ہے کبھی قبلہ کے خلاف سرگزاری کب تک

سماجی رباعیات

(1)

مایا مائی ہے اور لونا ہے تو — سنسار کی ہاٹ میں کھلونا ہے تو
سمجھا ہی نہیں آپ کو مورکھ لوبھی — باہر بھیتر تمام سونا ہے تو

(2)

دنیا پہ ستم نفس پہ بیداد کرے — بھولے سے نہ اصل اپنی بھی یاد کرے
جیسے تری تخلیق ہیں یہ رات یہ دن — جس طرح سے چاہے انہیں برباد کرے

(3)

ہے قابلِ اعتنا نہ بیداد نہ داد — اے انجم خلافِ شان ہوگی فریاد
ہوتے ہیں نئے ستم تو کیا اس کا گلہ — کرتی ہے ضرورت زمانہ ایجاد

(4)

ست کی بنسی بجائے جاؤ ساتھی — سوتی دنیا جگائے جاؤ ساتھی
کتنا بھی ہو بوجھ بھار تھکنے کا نہیں — سیوا کی ڈگر پہ گائے جاؤ ساتھی

(5)

جس پر جو کچھ پڑے گی سہہ جائے گا — مجبور فنا کی رو میں بہہ جائے گا
کیا ہند میں اتحاد ہوگا نہ کہیں — بدنام فساد ہو کے رہ جائے گا

(6)

راضی تو نہ ہونا تھا مگر راضی ہیں — جتنے تھے خلافِ اہلِ نظر راضی ہیں
ٹڈی دل کے مقابلہ کی خاطر — سب مشترکہ دفاع پر راضی ہیں

(7)

بھارت کو بہر حال سنورنا ہے ضرور عزت کے منازل میں ابھرنا ہے ضرور
ہنگاموں سے جاتا ہے حکومت کا وقار ایوان میں ضبطِ نفس کرنا ہے ضرور

(8)

کر مشقِ فصاحت و بلاغت اے دوست مل جائے گی کرسیِ صدارت اے دوست
تدبیر کی فکر بے محل ہے بالکل تقریر کی آج ہے حکومت اے دوست

(9)

زر ہو تو خرید لے کہ دشوار نہیں یہ عہدِ تجارت ہے خبردار نہیں
اعزاز خطابات شرافت شہرت ہے کونسی شئی جو سرِ بازار نہیں

(10)

کیا تجھ کو حقائق سے یہ بیزاری ہے رفتار میں گفتار میں عیاری ہے
دنیا کو فلم سمجھ رہا ہے شاید کیا تیرا کمال بھی اداکاری ہے

(11)

یہ زعمِ حکومت ہے پرانا دھوکا پھر جذبۂ اربابِ ولا کو ٹوکا
بغداد نے "یک ہزار و سی سال" کے بعد پھر زائرِ شبیرؑ کا رستہ روکا

(12)

فطرت کردیگی تجھ کو عریاں اک دن ہو جائے گا ظاہر غمِ پنہاں اک دن
دریا میں ڈبو دے گا اگر اپنا گناہ ساحل پہ بہا لائے گا طوفاں اک دن

(13)

اس کے لیے ہیں ایک سپید اور سیاہ آئی لبِ فطرت پہ کبھی آہ نہ واہ
مرجھا گئے کچھ پھول چمن میں کھل کر یا ہوگئی دنیا میں کوئی قوم تباہ

(14)

حل ہوگئیں ساری مشکلیں کیا کہنا
ٹوٹیں وہ جمود کی سلیں کیا کہنا
ہڑتال فساد لوٹ مار آگ لہو
یہ حُسنِ عمل کی منزلیں کیا کہنا

(15)

آزاد کو اک قید ہے فغفوری بھی
ہے بارِ گراں قبائے دستوری بھی
تُو اپنے لیے جگہ معین کر لے
دنیا میں غلامی بھی ہے مزدوری بھی

(16)

یوں بھی منزل کی راہ لی جاتی ہے
کس فکر میں ہے دھوپ ڈھلی جاتی ہے
پیچھے ہٹنے کی حد ہے کوئی کہ نہیں
دنیا آگے بڑھی چلی جاتی ہے

(17)

ہر دور میں صلح و آشتی کا مفہوم
پاکیزہ سلیس زندگی کا مفہوم
مسلم ہو تو ہے اس کی حفاظت واجب
اسلام میں ہے سلامتی کا مفہوم

(18)

جیتا ہوں کہ جیسے کوئی مجبورِ حیات
دیتا نہیں روشنی مجھے نورِ حیات
میں جس کی حفاظت کے لیے آیا تھا
میں نے ہی بگاڑا ہے وہ دستورِ حیات

(19)

تنقیدِ حیات کر کے جینا ہے مجھے
اِس نقش میں رنگ بھر کے جینا ہے مجھے
جی کر مرنا مرے حریفوں کے لیے
میں اور بشر ہوں مر کے جینا ہے مجھے

(20)

یہ آٹھ پہر رحمتِ رب کیا کہنا
یہ صبحِ عجم شامِ عرب کیا کہنا
کیا خوب ہوا آج قرآن السعدین
نوروز کا دن قدر کی شب کیا کہنا

(21)

ہے دامنِ دولت و امارت کے پلّے ۔۔۔ زیبا ہے غریب سے اگر بچ کے چلے
مزدور کی منتشر ہیں آہیں جس میں ۔۔۔ جب جائیں کہ اس فضا میں تو سانس نہ لے

(22)

ہر ذرہ کا دعویٰ کہ ہوں بھارت کا شباب ۔۔۔ ہر موجِ ترقی کی ہوائیں بیتاب
اللہ کرے کہ سچ یہ افسانے ہوں ۔۔۔ ہے گردنِ راوی پہ عذاب اور ثواب

(23)

بھارت ہے چمن جانِ چمن ہیں ہم لوگ ۔۔۔ کیا قابلِ شرطِ حبِ وطن ہیں ہم لوگ
آپس میں بھی مول تول ہوتا ہے کہیں ۔۔۔ اس دیس کے انمول رتن ہیں ہم لوگ

(24)

دل کوئی نہ اپنی چشمِ نم سا دیکھا ۔۔۔ احساسِ مسرت کو بھی غم سا دیکھا
کچھ جھونپڑیاں جلی ہوئیں کچھ لاشیں ۔۔۔ یہ ہم نے تماشائے اہنسا دیکھا

(25)

مزدور کی زحمتوں سے نسبت بھی نہ ہو ۔۔۔ محنت کیسی خیالِ محنت بھی نہ ہو
اُن کا حق کیا ہے دولتِ دنیا پر ۔۔۔ جن کو کبھی سوچنے کی زحمت بھی نہ ہو

(26)

دنیا میں بزرگی کا نشاں ہے عورت ۔۔۔ ہے قابلِ تعظیم جہاں ہے عورت
شاعر سلطان فلسفی پیغمبر ۔۔۔ بچے ہیں سب اس کے اور ماں ہے عورت

(27)

دل تیرا مساوات سے گھرا ہی گیا ۔۔۔ غیروں کے اصول کا اثر چھا ہی گیا
اے کانگریس اے ہند کی منظورِ نظر ۔۔۔ تجھ کو بھی حکومت کا نشہ آ ہی گیا

(28)

کس جگہ غیرت کے جذبے کھو گئے ۔۔۔ سُن رہے ہیں شیر دل یا سو گئے
پنتھ کہتے ہیں کہ اس تحریک سے ۔۔۔ اہلِ یوپی بدعقیدہ ہو گئے

رباعیاتِ واعظ

(1)

دل میں بھی نماز جلوہ گر ہے کہ نہیں — روزہ کی حقیقت پہ نظر ہے کہ نہیں
اللہ کے حق کی فکر رکھنے والے — بندوں کے حقوق کی خبر ہے کہ نہیں

(2)

کیا تجھ کو امیر مومنیں سے نسبت — پہلے پیدا تو کر کہیں سے نسبت
جو کھائے ہیں عمر بھر وہ ایسا تھا امیر — تجھ کو بھی ہے کچھ نانِ جویں سے نسبت

(3)

تو قیس صفت دل کا قوی ہے کہ نہیں — کیوں پیروِ مسلم جری ہے کہ نہیں
دنیا کو پیامِ کربلا دیتا ہے — سچ کہہ مولاؑ کا ایلچی ہے کہ نہیں

(4)

الفاظ میں کر بلند ایوانِ عمل — آواز کے لحن میں رہے شانِ عمل
تقریر میں چاہے جتنا آگے بڑھ جا — مجلس میں تو ہوتا نہیں میدانِ عمل

(5)

عالم ہے تو قرآن پہ عامل بھی ہو — خاکِ درِ اہلبیتؑ منزل بھی ہو
اے دوست تری عبا قبا کے نیچے — اللہ کرے درد بھرا دل بھی ہو

(6)

قول اور عمل میں مطلقاً میل نہیں — عقبیٰ کے منڈھے چڑھے یہ وہ بیل نہیں
لغزش ہے قدم میں کیا قدم رکھتے ہو — منبر ہے رسولؐ کا کوئی کھیل نہیں

(7)

ذی علم خوشامدی بھی دیکھے ہم نے
ملت کے مہنت جی بھی دیکھے ہم نے
دربار کے شاعر تو بہت ہیں لیکن
دربار کے مولوی بھی دیکھے ہم نے

(8)

آ درسِ عمل کے وار کر سامنے آ
دل والوں کے دل شکار کر سامنے آ
واعظ تری تبلیغ سر آنکھوں پہ مگر
چہرہ سے نقاب اُتار کر سامنے آ

(9)

دل میں بنیاد دردِ دل محکم ہو
شیرؔ کا غم بھی، قوم کا بھی غم ہو
اب ایسے بشر کو ڈھونڈھتی ہیں آنکھیں
انسان زیادہ ہو وہ، عالم کم ہو

(10)

افلاس سے بے رخی تمول سے لگاؤ
لانے کو ہے رنگ یہ بگاڑ اور بناؤ
کمزور عقیدے تمہیں سنبھالیں کب تک
یہ گھیر عمامے کا عبا کا پھیلاؤ

(11)

کاندھے پہ عبا فرق پہ عمامہ ہے
دل میں حرص و ہوا کا ہنگامہ ہے
تجھ سے تو ہے اک جاہلِ مطلق اچھا
جب علم ترا فریب کا جامہ ہے

(12)

آساں تھا بہت قاریٔ قرآں ہوتا
مسجد کی صفوف میں نمایاں ہوتا
اک عمر گزر گئی یہ کوشش کرتے
اب تک آیا نہیں مسلماں ہوتا

○

متفرق رباعیات

(1)

کیوں کر نہ کریں ہم احترامِ غالبؔ
کچھ کم ہے یہ حاصلِ کلامِ غالبؔ
دنیا کے ہر اک ملک ہر اک ملت میں
تبلیغ ہے اردو کی بنامِ غالبؔ

(2)

مدت سے ہیں ہم مدح سرائے غالبؔ
دل میں ہے ہر اہلِ دل کے جائے غالبؔ
یورپ میں بھی ہے آج ہماری تقلید
پہنچی ہے کہاں کہاں نوائے غالبؔ

(3)

کشمیر میں کیا شام و سحر کی ہم نے
اک آہ کی جس سمت نظر کی ہم نے
کانٹوں میں کسی کی یوں نہ گذری ہوگی
جس درد سے پھولوں میں بسر کی ہم نے

(4)

ہے تیرے عروج میں بھی پستی کشمیر
تکلیف بھی راحت بھی ہے سستی کشمیر
جنگل ترا فردوس ہے بستی دوزخ
اعراف ہے گویا تری مستی کشمیر

(5)

چاندی سونا پگھل رہا ہے تو کیا
محلوں میں چراغ جل رہا ہے تو کیا
جبلِ کشمیر سیر و سراب نہیں
شاہی چشمہ اُبل رہا ہے تو کیا

(6)

افلاس کی طرح کوئی شے عام نہیں
جنت کبھی کشمیر پہ آرام نہیں
آنکھوں میں نشاط ہے زبانوں پہ نشاط
اور دل میں کہیں نشاط کا نام نہیں

(7)

پھولوں کے جگہ جگہ نشیمن دیکھے
کشمیر کے جنگلوں میں گلشن دیکھے
پھوٹی ہوئی انسانوں کی قسمت دیکھی
ٹوٹے ہوئے شاعروں کے مدفن دیکھے

(8)

دنیا کو ادب سکھانے اسلام آیا
قرآن لئے خدا کے پیغام آیا
ہم نے جو نہ کی قدر اٹھائی ذلت
اگلوں نے جو سمجھا تو انہیں کام آیا

(9)

اے عزتِ حور ہم بھی کشمیر میں ہیں
سنتے ہیں حضور ہم بھی کشمیر میں ہیں
جب تم ہی نہیں تو کچھ نگاہوں میں نہیں
کشمیر سے دور ہم بھی کشمیر میں ہیں

(10)

پھولوں کا چمن میں آشیانہ کردے
اللہ حقیقت کو فسانہ کردے
انسان کے ہاتھوں اسے برباد نہ کر
کشمیر کو فردوس روانہ کردے

(11)

کشتی ٹھہراؤ درد ظاہر کرلیں
شکرِ نعمت ادا مسافر کرلیں
ممنون ہیں دعوتِ نظر کی آنکھیں
کشمیر کو اک سلامِ آخر کرلیں

(12)

ہیں برف کے تودے کہ گھلے جاتے ہیں
پھولوں کو لگے ہیں پر اڑے جاتے ہیں
فطرت بھی تو کشمیر کی گرویدہ ہے
چشمے ہیں کہ پاؤں پوجے جاتے ہیں

(13)

غم سب سے بڑا ہے کارسازِ احساس
ہر ایک نہیں واقفِ رازِ احساس
جس نے کبھی دل پہ چوٹ کھائی ہی نہ ہو
کیا جانے وہ لطفِ دل گدازِ احساس

(14)

فطرت کی ہے سب زندہ دلی تیرے لیے
دنیا میں ہے سب شگفتگی تیرے لیے
دن کو کھلتے ہیں پھول تیری خاطر
شب کو رہتی ہے چاندنی تیرے لیے

(15)

پھر صبح نہ ہو وہ شام آئے کوئی
یوں میری طرف مستِ خرام آئے کوئی
جس طرح ستارے سے ستارے کی طرف
لپٹا ہوا نور میں پیام آئے کوئی

(16)

منزل کا سراغ پالیا خوب ہوا
بڑھ کر اگلوں کو جالیا خوب ہوا
قربان ترے لطف وکرم کے یارب
چلتے پھرتے اٹھا لیا خوب ہوا

(17)

بندے ہی سہی آن مگر کیوں ٹوٹے
ان کی ضد تھی یہ کچھ تو منہ سے پھوٹے
بات اُن کی رہی اور نجات اپنی ہوئی
مرنے کی دعا مانگ کے سستے چھوٹے

(18)

ہر وادیٔ عیش سے گذر لیتا ہوں
بے دور شراب جام بھر لیتا ہوں
افلاس بھی وجہِ پارسائی نہ ہوا
تخیل میں سو گناہ کر لیتا ہوں

(19)

یوں بھی جیتے ہیں جن کا دل گردہ ہے
ہے اپنے لیے تو زندگی مردہ ہے
دنیا کی نگاہ میں سماؤں کیوں کر
بالیدہ ہے روح جسم افسردہ ہے

(20)

تخیل میں لہر تنگ و دو روز آیا
ہمراہ لیے خوشی کی رَو روز آیا
کرّار کی ظاہری خلافت کے طفیل
تقویم کا تاج پہنے نو روز آیا

(21)

یہ عیشِ نظر بہشت ارضی ساقی — موجِ اثرِ مے گرامی ساقی
دل بھر کے پلا کہ قلبِ پنجاب میں ہوں — ستلج سے گذر گئی ہے کشتی ساقی

(22)

دنیا کو دوائے درد و آلام ملے — جذبہ کو سکون دل کو آرام ملے
کیا بات ہے اِس فضائے جالندھر کی — کافر کو جہاں پیامِ اسلام ملے

(23)

اللہ رہے نگہبانِ پنجاب — ہے حدِ نظر پہ کاروانِ پنجاب
ہاں ہند کے سر پہ تاج رکھو گے تمہیں — شاباش ہے اے زندہ دلانِ پنجاب

(24)

اک عالمِ طور عالمِ غش دیکھا — مسجد کیا ایک حسنِ دلکش دیکھا
دل نے سرمایۂ تجلی پایا — آنکھوں نے مرے خواب مراکش دیکھا

(25)

سانچے میں محبت کے ڈھلا ہے اسلام — غم خانوں میں گھٹنیوں چلا ہے اسلام
حاصل ہے امیروں پہ فضیلت ہم کو — ہم ایسے غریبوں میں پلا ہے اسلام

رباعیاتِ شاعر

(1)

کچھ اور ہے اربابِ نظر کی فہرست
دنیا نے بنا رکھی ہے گھر کی فہرست
دعبل بن جا یہاں فرزدق بن جا
کس نے دیکھی ہے اُن کے در کی فہرست

(2)

دنیائے اَدب میں اِک بھرم رکھتا ہے
مذہب کا اَلم قوم کا غم رکھتا ہے
تو خود بھی نظر آتا ہے کاغذ پہ کہیں
جس وقت کہ ہاتھ سے قلم رکھتا ہے

(3)

قوت سے ترے سخن کی انکار نہیں
مداحوں میں ہمسر کوئی زنہار نہیں
اشعار میں ہے درسِ عمل بھی لیکن
اِس درس کا مظہر ترا کردار نہیں

(4)

نا اہلوں کی وہ عزیز ہستی شہرت
معیوب سہاروں سے ہُمستی شہرت
اپنائے گا کیوں جوہرِ قابل کوئی
یہ شعر و ادب کا ننگ سستی شہرت

(5)

جب عالمِ بالا سے خبر آتی ہے
عارف کے دل میں نور بن جاتی ہے
گر ترکِ ادب نہ ہو تو یہ بھی کہہ دوں
شاعر کی زباں یہ شعر کہلاتی ہے

(6)

افکار کی کھیتیاں ہری ہیں مجھ سے
اسرار نے جھولیاں بھری ہیں مجھ سے
شاہوں کو شکست دی ہے خودداری نے
شاعر ہوں حکومتیں ڈری ہیں مجھ سے

(7)

حیرت ہے اگر پھول ہو خوشبو کے خلاف　　شانہ کی روایات ہوں گیسو کے خلاف
دنیا کی ذرا ستم ظریفی دیکھو　　اردو ہی میں گفتگو ہے اردو کے خلاف

(8)

الفاظ و معانی کا چمن یاد آیا　　اردو کی غزل کا بانکپن یاد آیا
اپنی ہستی کی قدر محسوس ہوئی　　جب مشغلۂ شعر و سخن یاد آیا

(9)

شاعر ہوں و مرا طرزِ سخن ہے آزاد　　حق گوئی کی دھن میں فکر و فن ہے آزاد
آزادی ہے کیا خوب کہ آپس ہی میں　　لڑنے کو ہر اک تنگِ وطن ہے آزاد

(10)

لازم ہے کہ ہو ذوق طلب صحت مند　　آئینِ حیات روز و شب صحت مند
حکمت کا تقاضا ہے یہ شاعر کے لیے　　کردار صحیح ہو ادب صحت مند

(11)

ہو یا نہ ہو کوئی منتظر آؤں گا　　دنیا کے جگانے پہ مصر آؤں گا
جس کا شاعر ہوں اس کو آنا ہے ابھی　　میں حجتِ حق کے ساتھ پھر آؤں گا

(12)

شاعر کیا اپنی شان دکھلاتا ہے　　مطرب اغماض کس سے فرماتا ہے
ہم آپ ہی دردِ دل کریں گے موزوں　　رونا گانا کسے نہیں آتا ہے

(13)

پندار میں اپنے مست و خرسند سہی　　غالبؔ کا جگر میرؔ کا دلبند سہی
تخئیل کے ہذیان کو قرآں نہ سمجھ　　دنیائے ادب کا تو خداوند سہی

(14)

آسان ہے اللہ سے منکر ہونا　　یا معرفت نبیؐ سے قاصر ہونا
اس شان سے اپنی شاعری کا اقرار　　جیسے کہ بڑا فخر ہے شاعر ہونا

(15)

شاعر ہوں مذاقِ رنگ و بو کہتا ہے　　خود دار ہوں طرزِ گفتگو کہتا ہے
اُس وقت میں دیتا ہوں نظر کو زحمت　　جب حسن نگاہ رو برو کہتا ہے

(16)

مشہور جہاں میں خوش نگاہی ہے مری　　شاعر ہوں حسینؑ کا یہ شاہی ہے مری
کفر و بدعت کے بل نکالے جس نے　　اُس کے صدقہ میں کجکلاہی ہے مری

(17)

منظور ہے اے حسینؑ کس کی خاطر　　تو اور نگاہ ظاہری کی خاطر
اک نظمِ سکون روحِ شاعر کے لیے　　اک گیت ربابِ زندگی کی خاطر

(18)

میدانِ عمل میں کوئی قاصر سمجھے　　غائب کوئی تو کوئی حاضر سمجھے
اب داورِ محشر سے بھی حسنِ ظن ہے　　شاید وہ بھی غریب شاعر سمجھے

(19)

سکھ کی بنسی بجائے جاؤ ساجن　　جاتی دنیا ہے گائے جاؤ ساجن
کیسے دن کے رات کا ہے آنا جانا　　چوری چوری ہی آئے جاؤ ساجن

(20)

الفاظ کا ہو اثر نہ کیوں کر باطل　　اعمال ہیں سب میرے مقرر باطل
تصنیف صحیح اور مصنف ہے غلط　　آواز مری حق میں سراسر باطل

(21)

ذہنوں کی بلندی سے اتر جائیں گی　　مانند عذاب درد سر جائیں گی
باقی رہ جائے گا مرا عہدِ سخن　　دنیا سے حکومتیں گزر جائیں گی

(22)

شاعر ہے تہہ دل جو زباں رکھتا ہے　　بنیادِ حیات جاوداں رکھتا ہے
جذباتِ صحیح پیش کردے اپنے　　اتنی ہمت کوئی کہاں رکھتا ہے

(23)

کوئل نے بھی حشر اٹھا دیا ہے ہمدم
احساس کو تھرتھرا دیا ہے ہمدم
فریاد کناں ہے کسی شاعر کی یہ روح
دنیا نے جسے بھلا دیا ہے ہمدم

(24)

یہ لحن یہ آواز ترانہ صورت
بکھرے ہوئے بال والہانہ صورت
پیدا نہ کرے گا دلِ شاعر ہرگز
یہ تیرا فریب شاعرانہ صورت

(25)

ہاں خیر سے فرصت ہی من وتو کی نہیں
میں نے تو کسی کی راہ بھی روکی نہیں
دنیا میں ہوں میں ایک ہی شاعر یعنی
اس تنگ ستارہ میں جگہ دو کی نہیں

(26)

وہ کیف وہ آہنگِ خدا ساز کہاں
وہ قلب کی تسکین کا انداز کہاں
تخیل کی شعر میں لطافت کیسی
الفاظ کہاں روح کی آواز کہاں

(27)

دیوان لیے بغل میں کیا پھرتا ہے
لیک ایک کے در پہ کیوں پڑا پھرتا ہے
سلطانِ سخن ہے تو گدائی کیسی
کیوں داد کی بھیک مانگتا پھرتا ہے

(28)

اِک خاک نشیں ہوں بُو ترابی ہُوں میں
اُٹھوں تو دلیلِ کامیابی ہُوں میں
شاعر ہوں حسینؑ کا یہ نسبت ہے مری
دُنیا سُن لے کہ انقلابی ہُوں میں

(29)

احساس کو قوتِ نمو دیتا ہوں
لفظوں کو مجالِ گفتگو دیتا ہوں
شاعر ہوں مرے دم سے ہے یہ جوشِ حیات
میں قوم بنا کے آبرو دیتا ہوں

ذاتی رباعیات

(1)

کچھ شعر جو منقبت میں کہلاتا ہے　　کس خواب سے اپنے دل کو بہلاتا ہے
موزوں تیرے کردار پہ ہے یہ خطاب　　تو شاعرِ اہل بیتؑ کہلاتا ہے

(2)

کیوں جامِ شراب ارغوانی مانگوں　　کیوں میں دو دن کی زندگانی مانگوں
مل جائے کہیں جو میرا بانکا ساقی　　میدان کی موت لوں جوانی مانگوں

(3)

خود نفس پہ اپنے ظلم ڈھاؤں نہ کہیں　　میں وردِ دعا سے ہاتھ اٹھاؤں نہ کہیں
معبود مجھے دولتِ دنیا سے بچا　　مفہومِ حیات بھول جاؤں نہ کہیں

(4)

ڈوبا ہوا ہوں غم میں ابھرنے کے لیے　　آئینِ حیات وضع کرنے کے لیے
مر مر کے جی رہا ہوں کتنے دن سے　　اک قابلِ رشک موت مرنے کے لیے

(5)

جب زیرِ زمیں سلا کے آئے گا مجھے　　دو چار قدم میں بھول جائے گا مجھے
اس دن ترا حافظ ہے خدا ہی اے دوست　　جب میرے کسی شعر میں پائے گا مجھے

(6)

شاعر ہوں مجھے ملا ہے شاعر کا نصیب　　دوری ہے مسرت سے بہت غم ہے قریب
میرے لیے آرام کہاں دنیا میں　　مسجد کا امام ہوں نہ منبر کا خطیب

(7)

آثارِ فنا کو دیکھتا رہتا ہوں رفتارِ بقا کو دیکھتا رہتا ہوں
اک دن ہوں قفس توڑ کے اڑنے والا دنیا کی ہوا کو دیکھتا رہتا ہوں

(8)

برباد ہوں پر دیارِ آباد کا ہوں ممنون طبیعتِ خدا داد کا ہوں
اے انجم زبانِ میر میری ہے زباں بلبل جو میں باغِ اکبرآباد کا ہوں

(9)

ارمان ہوں لیکن نہ نکلنے والا دل ہوں نہ کبھی مگر بہلنے والا
ہستی ہے مثالِ شمع میری اے انجم دن کو خاموش شب کو جلنے والا

(10)

کردیں ہمدرد آشیانہ خالی غمخواروں سے ہوجائے زمانہ خالی
آنسو تسکین دیتے رہتے ہیں مجھے ہوتا نہیں فطرت کا خزانہ خالی

(11)

ہر عیب سے پاک زندگی ہوجائے ایثار کی دل میں روشنی ہوجائے
ہوتی ہے خدا دوست بشر کی خواہش دشمن سے بھی میری دوستی ہوجائے

(12)

عصیاں ہو کہ ہو ثواب پی لیتا ہوں ملتی ہے تو بے حساب پی لیتا ہوں
کھاتا نہیں حق کسی کا بھولے چوکے دانستہ مگر شراب پی لیتا ہوں

(13)

آئی ہے خبر جشن کی چلنا ہے مجھے یا شاہِ نجف کہہ کے سنبھلنا ہے مجھے
جکڑا ہوا میں ضعف کی زنجیر میں ہوں اس قید کو توڑ کر نکلنا ہے مجھے

(14)

سو طرح کے غم میں مبتلا رہتا ہوں
خود اپنا مزاج پوچھتا رہتا ہوں
چہرے سے کھلے غبار خاطر کیوں کر
خوش وضع لباس میں چھپا رہتا ہوں

(15)

میری خلقت ہے غم اٹھانے کے لیے
احباب کے ظلم بھول جانے کے لیے
دشمن کی تلاش کس لیے ہے اے دوست
موجود ہوں میں فریب کھانے کے لیے

(16)

مجبور نہ محکوم نظر آتا ہوں
رنجور نہ مغموم نظر آتا ہوں
پلّے پہ ہو دنیا تو بڑا ظالم ہوں
تنہا ہوں تو مظلوم نظر آتا ہوں

(17)

پہلو نہ بدل مجھے ڈبونے کے لیے
ہر روز نئی فضا میں کھونے کے لیے
اے نفس ٹھہر کہ خاکساری تیری
دھوکہ تو نہیں بلند ہونے کے لیے

(18)

آنکھوں کی زباں سے بولتا رہتا ہوں
خاموش نظر میں تولتا رہتا ہوں
کچھ لے کے گزر رہا ہے یاد کے مجھے
ہر لمحہ کا دل ٹٹولتا رہتا ہوں

(19)

ہے رفعتِ نفس دردمندی میری
پندار نہ جان خود پسندی میری
کیوں سطحِ محبت پہ نہ آئی دنیا
پستی کا قصور ہے بلندی میری

(20)

غم کا چہرہ خوشی کا غازہ ہوں میں
تقدیر کا اک شکار تازہ ہوں میں
اس شان اس اہتمام ظاہر پہ نہ جا
پھولوں میں چھپا ہوا جنازہ ہوں میں

(21)

سب جھومتے ہیں سخن کی تاثیر یہ ہے
شاعر ہوں علیؑ کے در کا تقدیر یہ ہے
یہ میرے گلے میں ہار پھولوں کا نہیں
میں اک سگ آستاں ہوں زنجیر یہ ہے

(22)

احساں ہو کسی کا کیوں گوارا مجھ کو
اب دے نہ سکے گا کوئی دھوکا مجھ کو
برہم سی نظر آتی ہے دنیا مجھ سے
اچھا ہے بری نظر سے دیکھا مجھ کو

(23)

کثرت کہیں پائی کہیں قلت پائی
کیا چیز یہاں جب ضرورت پائی
اک سانس کا کھیل ہے بس اب دنیا میں
دم بھر میں خدا چاہے تو فرصت پائی

(24)

بیگانۂ غم ہو کس کا دل گردہ ہے
بے نعمتِ درد زندگی مردہ ہے
دنیا کی نگاہ میں سماؤں کیوں کر
بالیدہ ہے روح جسم افسردہ ہے

(25)

مصروفِ غمِ در بدری ہیں اے دوست
باندھے ہوئے رختِ سفری ہیں اے دوست
بجھتی ہوئی شمعیں تو بہت دیکھ چکے
اب ہم بھی چراغِ سحری ہیں اے دوست

(26)

ہنگامۂ ہستی میں سمو جاؤں گا
اک دن اسی شور وغل میں سو جاؤں گا
میں جس نے بتائیں سینکڑوں کو راہیں
بچوں کی طرح بھیڑ میں کھو جاؤں گا

(27)

کہتا ہے تو بہر ہوس نام نہ کہہ
ہر شعر کو اللہ کا پیغام نہ کہہ
جو کچھ ہے ترے دماغِ فاسد کا نچوڑ
او مستِ غرور اس کو الہام نہ کہہ

(28)

بزمِ مدحت میں دیکھیں بھالیں گے مجھے
خواتم کے بیاں اپنے بٹھالیں گے مجھے
مئے پی کے ولا کی لڑکھڑاؤں گا اگر
موجود ہیں جبریل سنبھالیں گے مجھے

(29)

میں اک حقیر شاعرِ بزمِ غدیر ہوں
کشکول در بغل ہوں حضورِ امیرؑ ہوں
اے دوست ایسی ویسی فقیری نہیں مری
سب سے بڑے امیر کے در کا فقیر ہوں

(30)

پینا دیکھو مرا پلانا دیکھو
لغزش کا یہاں نہیں ٹھکانہ دیکھو
چودہ سو برس ہیں اور چودہ معصوم
دیکھو مرا معصوم زمانہ دیکھو

(31)

جائز نہ کبھی کبر و ریا کو سمجھا
برحق نہ کسی اہلِ خطا کو سمجھا
انسان کو انساں کے سوا کیا سمجھوں
جب غیرِ خدا نہ میں خدا کو سمجھا

(32)

عصیاں کے حدود میں نکل جاتا ہوں
اپنی ہستی سے چال چل جاتا ہوں
فطرت مری نہیں بدلتی مجھ سے
فطرت سے کبھی میں خود بدل جاتا ہوں

(33)

اے خالقِ حسن دل سنبھلنے کا نہیں
تحقیق کے پھندے سے نکلنے کا نہیں
مٹی کی حقیقت کو نمایاں کر دے
مٹی کے کھلونوں سے بہلنے کا نہیں

(34)

اقرار گناہ سے کبھی عار نہیں
ہوں مستِ شراب مست پندار نہیں
زاہد کی نجات میں ذرا شک ہے مجھے
بندہ ہے خدا کا اور گناہگار نہیں

(35)

ہونے کو ہے کیا عذاب حاصل کے سوا — تعبیر غلط پردۂ حائل کے سوا
مجھ پر تو عذاب آخرت آج بھی ہے — کچھ اور نہیں دوریٔ منزل کے سوا

(36)

یہ ولولۂ مزاج عالی کیا ہے — یہ سلسلہ غلط خیالی کیا ہے
کس وہم میں ہیں مجھے مٹانے والے — مجھ میں اب چیز مٹنے والی کیا ہے

(37)

سمٹی ہوئی کائنات ہستی دیکھی — سیّال نگاہوں میں تسلّی دیکھی
بڑھتے بڑھتے نظر نظر میں ڈوبی — اس کی آنکھوں میں روح اپنی دیکھی

(38)

تیرا بندہ ہوں کج کلاہی کی قسم — گن گاتا ہوں تیرے دادخواہی کی قسم
سکّہ میرا ہے اور خطبہ تیرا — اقلیمِ سخن کی بادشاہی کی قسم

(39)

الفاظ کے پیکر میں سمایا ہی نہیں — پانی انسان کے لب تک آیا ہی نہیں
کیوں سوز بنا ہے مرے سازِ دل میں — نغمہ جو کسی زباں نے گایا ہی نہیں

(40)

اے داورِ کائنات و دارائے جہاں — اک لطفِ نظر ادھر بھی آقائے جہاں
امید پہ میں دل کو بچا لیتا ہوں — جب رات سمیٹتی ہے اجزائے جہاں

(41)

آسایشِ تن میں نہیں حصہ میرا — ناکام ہے دل دماغ رسوا میرا
اب روح کہیں اُس کا نہ کردے انکار — اللہ سے باقی ہے جو رشتہ میرا

(42)

پر شوق نگاہوں کو بدل بھی ڈالا
دنیا تری آرزو کو مل بھی ڈالا
ہر بار نیا وجود دینا ہی پڑا
تخئیل میں سو بار کچل بھی ڈالا

(43)

ہاں میر صفت مزاج والا ہوں میں
کل کے غالبؔ تھے آج والا ہوں میں
اردو مرے دیس کی زباں ہے پیارے
معلوم ہے ارض تاج والا ہوں میں

(44)

تمہید نشاط جاودانی لے جا
ناکام روح کامرانی لے جا
آخر کو اتر گیا جوانی کا نشہ
لے مجھ سے مرے دل کی جوانی لے جا

(45)

جلوہ کی لطافت میں سمو جاتا ہوں
سر تا بقدم سکون ہو جاتا ہوں
اے کیف تمام اے نشاط کامل
میں تجھ سے نظر ملا کے سو جاتا ہوں

(46)

دنیا تیرے ستم کی ہستی کیا ہے
دو لفظ ہیں بیش و کم کی ہستی کیا ہے
میں چھیڑ رہا ہوں اپنے احساس کو خود
میں خالقِ غم ہوں غم کی ہستی کیا ہے

(47)

دل کو دلی نہ لکھنؤ نے مارا
اپنے ہی چمن کے رنگ و بو نے مارا
ہر لفظ میں ہے میر کے اشعار کا درد
کس کے اندازِ گفتگو نے مارا

(48)

دنیا تیری ہزار پہلو بدلے
بدلی ہے کبھی اور نہ مری خو بدلے
تیرا ہی دیا ہوا ہے احساسِ خودی
میں تجھ سے بدل جاؤں اگر تو بدلے

(49)

دیکھا دنیا کو اور ڈٹ کر دیکھا
جاتے جاتے پلٹ پلٹ کر دیکھا
مفہوم نہ سمجھا دلِ دیوانہ مزاج
نزدیک پہنچ کے دور ہٹ کر دیکھا

فارسی رباعیات

(1)

لطف و کرم خاص کہ ساقی بجود — دارد نہ یکی مثال در غیب و شہود
از مدحِ نبیؐ و آل باہوش شدیم — ایں طرفہ شراب است زمینائے وجود

(2)

در قصر نشینند کہ سرِ رہگذرے — دل نیست چو دلدار شود بے خبرے
تعبیر بجا کنند از خواب و خیال — آن عشق بنا شد کہ ندارد اثرے

(3)

از حد بگذشت خود نمائی تو کجاست — در پنجۂ ظلم است خدائی تو کجاست
انساں شدہ مغرور مثالِ فرعون — اے مالک مُلکِ کبریائی تو کجاست

(4)

دارد چہ عجب بہار ایں منزل ما — صد شکر اگر قرار گیرد دل ما
باشد کہ بارض کربلا جذب شود — از شہر مدینہ است آب و گل ما

فہرست حصّہ دوم

مطبوعہ و غیر مطبوعہ قطعات

حمدیہ قطعہ

(1)

آنکھیں ہیں محوِ خواب ستارے بلند ہیں — ہے کُل جہاں پہ رات کا پردہ پڑا ہوا
میں تیرے سامنے ہوں کرم کا امیدوار — شاہوں کے در ہیں بند ترا در کھلا ہوا

○

نعتیہ قطعات

(1)

یا مصطفیٰؐ نظامِ تن و جاں بنا دیا
تخلیقِ کائنات کا عنواں بنا دیا
صورت گرِ ازل نے ترے اعتبار پر
اک مشتِ خاک تھی جسے انساں بنا دیا

(2)

محبت میں محبت کے تقاضے رنگ لاتے ہیں
ہم ان کو یاد کیا کرتے نبی خود یاد آتے ہیں
ہماری سمت جب اٹھتی ہے تنقیدی نظر کوئی
ہم اپنا عیب ان کا تذکرہ کر کے چھپاتے ہیں

(3)

دنیا میں ہے آوازہ قرآں کی فصاحت کا
انساں کوئی کیا سمجھے انداز مشیت کا
موضوع یہ نازک ہے میں کیسے زباں کھولوں
معراج سنا دے گی لہجہ لبِ قدرت کا

منقبتی قطعات

(1)

درِ دولت وہ پیمبر کا ہو یا خانۂ حق — غیر کا دخل ہو یہ اس کو گوارا نہ ہوا
اور بیٹی بھی کوئی سرورِ عالم کی نہ تھی — اسی باعث کوئی پھر کعبہ میں پیدا نہ ہوا

(2)

فلک کے طالب ہیں اس کے مدح پر آ کر عرش سے — کس قدر ہمت طلب جبریلؑ کا ہر گام ہے
دوپہر کی دھوپ میں ہے میرے جذبے کا یہ رنگ — مدح کرتا ہوں تو کہتا ہوں سہانی شام ہے

(3)

ولادت کی مسرت سے فضا مخمور ہے ساقی — تری محفل کا ہر ذرہ چراغِ طور ہے ساقی
میں اک ذرے سے بھی کم ہوں مگر تیری عنایت سے — مرے چہرہ پہ بھی کچھ میکشی کا نور ہے ساقی

(4)

علیؑ کو حق ملا کونین کی فرمانروائی کا — حکومت کی مگر پہلو بچا کر کبریائی کا
وہ بندہ ہے دکھا دو علم و دولت کے غلاموں کو — خدا کہلا کے بھی دعویٰ نہیں کرتا خدائی کا

(5)

تولا کی ہوا کیسی سرور انگیز ہے ساقی — جواہر خیز و گوہر ریز و گوہر بیز ہے ساقی
مجھے ڈر ہے کہ رقا آ گئی نہ اس مصرع پہ کہہ اُٹھے — بہت پی لی ہے اس نے آج نشہ تیز ہے ساقی

(6)

مدحِ علیؑ میں درد کی صورت گری ملی — دنیا کو جو نصیب نہیں وہ خوشی ملی
مولاؑ کا نام جب بھی آیا زبان پر — ہر بار مجھ کو ایک نئی زندگی ملی

(7)

خلوصِ مدح سے یہ حاصل فکر و نظر لوں گا
یہاں راحت سے گذرے گی وہاں جنت میں گھر لوں گا
میں ہوں اس فاتحِ اعظم کا بندہ کیا سمجھتے ہو
علی کا نام لے کر دونوں عالم فتح کر لوں گا

(8)

لگائے پھرتے ہیں قرآن کو جو سینوں سے
وہ کاش حرفِ مودّت کے نکتہ داں ہوتے
خدا سے ربط نہ ہوتا بغیر حبِّ علی
اگر ہزار بھی قرآن درمیان ہوتے

(9)

خدا ہوتے تو پھر انسانیت کو فخر ہی کیا تھا
بڑی تسکین دل ہوتی ہے شاہِ لافتا کہہ کر
خدا کا شکر ہے انسانِ کامل ہی علی ٹھہرے
نصیری نے مزا ہی کھو دیا تھا سب خدا کہہ کر

(10)

خدا کے ہاتھ سے تخریب بھی تعمیر ہوتی ہے
چمن سے نکہتِ گل چاک کر کے پیرہن نکلی
یہ سنتے ہیں شگاف اک پڑ گیا دیوارِ کعبہ میں
اسی رخنہ سے مستقبل کے سورج کی کرن نکلی

(11)

ہر وقت یا علی کا نغمہ زبان پر ہے
توفیق کیا ہے میری دنیا کو کیا خبر ہے
اک اک نفس میں قرآں میں ختم کر رہا ہوں
مولا کا نامِ نامی قرآنِ مختصر ہے

(12)

ذاتِ ولائے علی ہے حُسن جس کا نام ہے
عشق اس کی ذات سے ایمان ہے اسلام ہے
نیک و بد سب جانتے ہیں وہ ہیں آقا ہم غلام
بیچ میں اب کاتبِ اعمال کا کیا کام ہے

(13)

بنائے کعبہ پڑی اہتمام کی خاطر
ولادتِ شہِ عالی مقام کی خاطر
یہ احترام یہ خاطر خدا کو تھی منظور
پیمبروں نے بنایا امام کی خاطر

(14)

گرے اصنام پیشانی کے بل حیدرؑ کی آمد سے   ہوا رخصت خدائی دور، وہ دور عبوری تھا
بہت سجدے لیے تھے آدمی سے جاہلیت میں   بتوں سے بھی تو اک سجدہ کرالینا ضروری تھا

(15)

ترے میلاد کی محفل میں نوشانوش ہے ساقی   قیامت کا تلاطم ہے غضب کا جوش ہے ساقی
خدا وہ کہہ رہا ہے تجھ کو میں خاموش سنتا ہوں   نصیری ہوش کھو بیٹھا مجھے کچھ ہوش ہے ساقی

(16)

خدارا آج جی بھر کر پلا نوروز ہے ساقی   بلانوشوں کی ہو حق پر نہ جا نوروز ہے ساقی
کوئی دشمن نہیں بہکا ہوا اک دوست ہے اپنا   نصیری کی بھی خاطر کر ذرا نوروز ہے ساقی

(17)

جب غیروں کا تھا قبضہ وہ وقت گیا ساقی   میخانے میں اب ہر سو اک شور ہے یا ساقی
ہے صبحِ ازل یہ دن رندوں کی شریعت میں   ہر روز پرانا ہے نوروز نیا ساقی

(18)

بہت ہلکی سی اس وقت مے نوشوں کو دے ساقی   مسلماں کو بہر صورت عقیدت اس سے ہے ساقی
بھڑک جاتا ہوں میں داد و دہش کی کارسازی پر   جب اس منزل میں کافر بولتے ہیں تیری جے ساقی

(19)

یہ کیا علاجِ دلِ بیقرار کرتے ہیں   وہ کون ہیں جو فضائل شمار کرتے ہیں
علیؑ کے ذکر پہ ہو یا خدا کی قدرت پر   ہم ایک سجدۂ بے اختیار کرتے ہیں

(20)

اگرچہ ذرہ ذرہ ہے علیؑ کا جاننے والا   ہر اک اہلِ بصیرت ہے جلالت ماننے والا
ازل سے تا ابد اتنی بڑی دنیا کی محفل میں   پیمبرؐ کے سوا کوئی نہیں پہچاننے والا

(21)

کونین جھومتے ہیں مسرت کے جوش میں
کس درجہ اہتمام سے شادی کسی کی ہے
میں کہہ رہا تھا یہ کہ صدا آئی غیب سے
بیٹا خدا کے گھر کا ہے بیٹی نبی کی ہے

(22)

آخری نفس تک بھی اس کا ہی سہارا ہے
جس نے صد دل دے کر نفس کو سنوارا ہے
موت سے گذرنا کیا زندگی گذار آئے
زندگی تلاطم تھی موت اِک اشارا ہے

(23)

تیرا اک اک لفظ ہے عینِ شریعت یا علیؑ
ہے ترا اک اک نفس روحِ طریقت یا علیؑ
باعمل عالم ہوں یا ہو صوفیِ درد آزما
تجھ سے دونوں خانوادوں کو ہے بیعت یا علیؑ

(24)

مربوط نبوت سے امامت ہے بلا فصل
پیکر سے یوں ہی روح کو قربت ہے بلا فصل
اس طرح بلا فصل خلافت ہے علیؑ کی
جس شان سے کُن اور مشیت ہے بلا فصل

(25)

خدا صفات و پیمبر نظیر ہو نہ گیا
کوئی علیؑ کے سوا دستگیر ہو نہ گیا
نبیؐ کے بعد بہت سے امیر بن بیٹھے
کوئی امیر جنابِ امیرؑ ہو نہ گیا

(26)

عشق نے سر رکھ دیا قدموں پہ منزل دیکھ کر
حسن نے دل دیدیا انسانِ کامل دیکھ کر
یا علیؑ تھے یا محمدؐ چودھویں معصوم تک
ہر خالق تھم گیا تحصیل حاصل دیکھ کر

(27)

دونوں عالم محوِ حیرت تھے یہ منزل دیکھ کر
ایک ہی انداز کا ہر صدرِ محفل دیکھ کر
یا علیؑ تھے یا نبیؐ تھے، چودھویں معصوم تک
ہر خالق تھم گیا تحصیلِ حاصل دیکھ کر

(28)

سرِّ خفی کا چلّہ نصِّ جلی کا چلّہ
اترا ہے عرشِ حق سے حق کے ولی کا چلّہ
مولائی جمع ہیں سب حج ہو رہا ہے شاید
کعبہ بنا ہوا ہے مولا علیؑ کا چلّہ

(29)

کس کے نصیب ہے نسبت کسی کے ساتھ
جچتا نہیں کسی بھی نبی و ولی کے ساتھ
مولاؑ کو نامِ پاک سے ہے ربط اس قدر
جیسے یہ لفظ خالق ہوا ہے علیؑ کے ساتھ

(30)

نمودِ دائرہ ماسوا کسی نے کہا
بنائے خلقتِ ارض و سما کسی نے کہا
نصیریوں پہ ہے الزام کیا خدا کے لیے
کسی نے نفسِ خدا اور خدا کسی نے کہا

(31)

ربط مستحکم ہے اللہ و نبیؐ کے نام سے
واسطہ ایسا نہیں ہوتا کسی کے نام سے
کچھ بھی ہو لیکن مجھے اک بات کہنی ہے ضرور
حل ہوئی ہے میری ہر مشکل علیؑ کے نام سے

(32)

بیٹے کی جگہ ملا علیؑ سا بھائی
بیٹی کی ضرورت تھی پیمبر کے لیے
خالق کی مشیت میں یہ گذرا ہوگا
سر چاہیے تطہیر کی چادر کے لیے

(33)

امینِ وحی طلب گارِ اذن ہوتے ہیں
یہ عزّ و شان ہے زہراؑ کے آستانے کی
ہوا حسینؑ سے بیعت طلب یزیدِ لعیں
کبھی بدلتی ہے یوں بھی ہوا زمانے کی
وجودِ حضرت حجتؑ سے اس کو ہے انکار
جسے غرض ہو مودّت سے ہاتھ اٹھانے کی

(34)

اس سے بنیادِ مجالس کا ہوا استحکام — غمِ شبیرؑ کی تبلیغ میں کی عمر تمام
صنفِ نسواں میں نہ ہوتے ہیں پیمبرؐ نہ امامؑ — ورنہ کچھ دور نہ تھا اس سے امامت کا مقام

(35)

زینبؑ و کلثومؑ اور حسنینؑ سے لختِ جگر — خانۂ پُرنور میں اسلام ہی اسلام ہے
کم نہیں از روئے فطرت باپ کا غم بھی مگر — اس سے بڑھ کر دل میں ہو رحلتِ اسلام ہے
تجھ جس کے مدح گستر ہوں خدا اور مصطفیٰؐ — اس کی مدحت میں زباں کھلنا بھی مشکل کام ہے

(36)

پیکرِ معصومیت اسلام کا دل فاطمہؑ — کائنات آدم و عالم کا حاصل فاطمہؑ
خود رسولؐ اللہ بھی تشریف فرما تھے مگر — منزلِ تطہیر میں تھی صدرِ محفل فاطمہؑ

(37)

کیا جلالت کا شرف فاطمہؑ زہراؑ کو ملا — غنچۂ کون و مکاں اس کے تصدق میں کھلا
مدح میں خوف سے تھراتی ہے فکرِ شاعر — نام لینے سے لرزتا ہے دلِ اہلِ ولا

(38)

فاطمہؑ اسلام کی پیغمبری کا نام ہے — صنفِ نسواں میں وہی پیغمبرِ اسلام ہے
ایسی بیٹی ہے کہ خود تعظیم کرتے ہیں رسولؐ — کوئی کہہ سکتا ہے دنیا میں یہ مسلک عام ہے

(39)

فاطمہؑ کا درد دل ہے زندگی اسلام کی — جو نہ سمجھے اس کا معیارِ عقیدت خام ہے
پوچھتا ہے کوئی گوشہ مدحِ اہلِ بیتؑ کا — مجھ کو جبریلؑ امیں سے اک ذرا سا کام ہے
دیدنی قولِ نبیؐ میں ہے مقام اس لفظ کا — ہم مودّت کہتے ہیں لفظ محبت عام ہے

(40)

ہے اُس کے در پہ کہاں عام خادموں کی جگہ
جہاں بلال ہے سلمان ہے ابوذر ہے
مباہلہ کی فضا بھی ہے دیدنی اے دوست
اس ایک لفظ میں اس کی ثنا کا دفتر ہے
شریک وہ بھی ہے ملت کی رہ نمائی میں
بحکِ فخریہ اسلام کا مقدر ہے
خدا کے اذن سے حاضر ہوئے ہیں روح امیں
قیام پھر بھی بے اذن اس کے در پر ہے

(41)

کوئی کہدے یہاں اس کے فضائل کا نتیجہ ہے
غلط ثابت کروں گا میں اُسے یہ میرا دعوٰی ہے
کتاب اللہ سے اس کا تقابل کیا کرے کوئی
وہ ہے اُم الکتاب اور فاطمہؑ اُم الائمہ ہے

(42)

فاطمہ کے لاڈلوں کا یہ لڑکپن دیکھنا
پیٹھ پر آ بیٹھے سجدہ میں جو پیغمبرؐ گئے
اللہ اللہ کس قدر دنیا پڑا سجدے کو طول
کھیل بھی ان کے عبادت میں اضافہ کر گئے

(43)

کتابوں میں ہو مدحت یا زمانہ کی زباں پر ہو
خدا شاہد فضائل کا یہ اُس کے ایک شمہ ہے
کتابِ اللہ سے اس کا تقابل کیا کرے کوئی
وہ ہے اُم الکتاب اور فاطمہؑ ام الائمہ ہے

(44)

یہ عروسی اور یہ شادی تھا خدا کا انتخاب
فاطمہؑ بنتِ نبیؐ مولودِ کعبہ بوُ تراب
ذرہ ذرہ، پتہ پتہ، غنچہ غنچہ، پھول پھول
کہہ رہے تھے آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

(45)

نبیؐ کے بعد عجب دور انقلاب ہوا
ہر ایک امرِ حقیقت خیال وخواب ہوا
سب انتخابِ خلافت میں اُن کو بھول گئے
مباہلہ کے لیے جن کا انتخاب ہوا

(46)

تولا شعورِ دوامِ حسنؑ ہے یہ ہر اہلِ دل کا نظامِ حسنؑ ہے
مری جنگ یا صلح جو کچھ ہے جس سے بنامِ حسینؑ اور بنامِ حسنؑ ہے

(47)

حسینؑ عالمِ انسانیت کے مایۂ ناز شعورِ فکر میں ہے قوم کی حیات کا راز
کبھی تو سمجھیں گے مفہومِ مجلس و ماتم شہیدِ کرب و بلا تیرے غم کی عمر دراز

(48)

ولولۂ حیات میں روحِ رواں حسینؑ ہیں ذرّوں کی کائنات میں جانِ جہاں حسینؑ ہیں
فکر و نظر کی شب میں ہے جن کے ہی دم سے چاندنی عزم و عمل کی صبح پر نور فشاں حسینؑ ہیں

(49)

نیزۂ جانستاں پہ بھی درسِ کلامِ حق دیا مصحفِ کردگار کا حُسنِ بیاں حسینؑ ہے
عرش سے بھی بلند تھی اس کی صلواۃ زیرِ تیغ شورِ صلواۃ ہے حسینؑ زورِ اذاں حسینؑ ہے
اب بھی علم بدوش ہے قوتِ بازوئے حسینؑ راہِ خدا کا آج بھی نام و نشاں حسینؑ ہے
نورِ نظر علیؑ کا ہے لختِ جگر بتولؑ کا جانِ دلِ رسول کا راحتِ جاں حسینؑ ہے

(50)

حسینؑ ابنِ علیؑ اے نورِ وحدت روحِ یکتائی ترے اطوار میں روحِ ازل کی کار فرمائی
ترے دم سے غریبوں کی زباں پر حرفِ حق آیا تیرے تیور سے مظلوموں کے دعوے میں توانائی

(51)

وہ سبطِ نبیؐ حق کا ولی ہے اسلام وہ مرکزِ آیاتِ جلی ہے اسلام
اسلام کو پوچھے جو زمانہ اے دوست کہدے کہ حسین ابنِ علیؑ ہے اسلام

(52)

درِ نجف پہ سناتا ہوں نغمۂ ارنی
مجھے بھی حسرتِ آوازِ لن ترانی ہے
یہ کربلائے وفا جس میں سو رہے ہیں حسینؑ
یہی زمین محبت کی راج دھانی ہے

(53)

اہلِ دل گنوا رہے تھے اپنی اپنی قوم کے
وہ شہیدانِ وفا جن سے ہے قومی زیب و زین
یک بیک محفل میں سناٹا سا طاری ہو گیا
اک لبِ خاموش سے آواز آئی "یا حسینؑ"

(54)

فہمِ انسانی سے بالاتر ہے معیارِ حسینؑ
خالقِ عزت سے پوچھو عزتِ کارِ حسینؑ
کردگارِ حسن کی ناز آفرینی دیکھنا
دو امامؑ اور اک نبیؐ ہے ناز بردارِ حسینؑ

(55)

سر بسر شانِ خدا ہے ذاتِ والائے حسینؑ
سیکڑوں ہیں طاقتیں زیرِ کفِ پائے حسینؑ
ساری دنیا ہو گئی شخصی حکومت کے خلاف
پھر کہاں اُس کا ٹھکانہ جس کو ٹھکرائے حسینؑ

(56)

اک طرف بابِ نجف اک سمت صبۂ حسینؑ
یہ ہے سرکارِ علیؑ اور وہ ہے سرکارِ حسینؑ
دامِ آزادی میں دنیا مجھ کو لا سکتی نہیں
میں گرفتارِ علیؑ ہوں میں گرفتارِ حسینؑ

(57)

تیری منزل کیا سمجھ سکتی ہے دنیا اے حسینؑ
ہے تو ہی ارناہ نا میں جلوہ فرما اے حسینؑ
پاؤں پھیلائے علیؑ و فاطمہؑ کی گود میں
تو رسول اللہؐ کی زلفوں سے کھیلا اے حسینؑ

(58)

تیغ کے پانی سے کھیتی ظلم کی پھنک جائے گی
نبضِ بدعت چلتے چلتے خوف سے رُک جائے گی
کفر کو تو سرنگوں ہونا ہی ہے پیشِ حسینؑ
گردنِ اسلام بھی احسان سے جھک جائے گی

(59)

بڑھ چلوں گا کچھ خس و خاشاک ہو جانے کے بعد — گرمیٔ سوزِ بلا سے چاک ہو جانے کے بعد
اب نجف کے کارواں کی گرد بنتا ہے مجھے — اک نئی خدمت ملے گی خاک ہو جانے کے بعد

(60)

سائلِ در اک بشر پوچھ رہا تھا کل یہ بات — کون ہے جس کی ذات سے کعبہ کی زیب و زین ہے
کرتے رہے بحث اہلِ علم لے کے ورق الٹ پلٹ — میری زباں پہ نام تھا میں نے کہا حسینؑ ہے

(61)

انسانیت کو مطلعِ انوار کر دیا — ہر قوم کو حسینؑ نے بیدار کر دیا
اشکوں کی نذر لاتے ہیں اپنے بھی غیر بھی — کس کس کو اے حسینؑ عزادار کر دیا

(62)

رہبری کرتے ہوئے برچھیوں پر سر دیکھے — پھر زمانہ میں نہ اس شان کے رہبر دیکھے
قاتل آتے ہوئے ڈرتے تھے قریبِ شبیرؑ — کس نے ایسے کسی مظلوم کے تیور دیکھے

(63)

تیرا نفسِ مطمئن قرآن کا دل ہے حسینؑ — مقصدِ خلقت ترے سجدہ کا حاصل ہے حسینؑ
کیا عجب ہے آخری اک ترا سجدہ دیکھ کر — کوئی کہہ اٹھا کہ تو سجدہ کے قابل ہے حسینؑ

(64)

خدا کے ڈھونڈھنے والے تجھے خدا نہ ملا — مجھے حسینؑ سا انسان دوسرا نہ ملا
کچھ ان کے عشق میں مل جائے تو عجب کیا ہے — صلہ عبادتِ موہوم کا ملا نہ ملا

(65)

دل ہے پہلو میں تو سمجھو عزت کارِ حسینؑ — ہر فضا میں روشنی دیتے ہیں انوارِ حسینؑ
اس کے بندوں میں مسلمانانِ عالم ہی نہیں — غیر مسلم بھی ہزاروں ہیں پرستارِ حسینؑ

(66)

غمِ حسینؑ نے بخشا دلوں کو سوز و گداز درِ حسینؑ سے کیا کیا نہیں ملے اعزاز
تمام اہلِ تصوف ہیں اس کے حلقہ بگوش کوئی غریب نواز ان میں ہو کہ بندہ نواز

(67)

یہ اہتمام تھا کس مردِ حق نما کے لیے خدا کے بندے ذرا غور کر خدا کے لیے
حسینؑ کو جو ملے حق سے باپ ماں بھائی نہ مرتضیٰؑ کے لیے تھے نہ مصطفیٰؐ کے لیے

(68)

اُسوۂ شبیرؑ نے باطل کو حیراں کر دیا چہرۂ اسلام کو مہر درخشاں کر دیا
حق کہو آلِ پیمبر کا کہ دینِ حق کہو جس کو دنیا نے چھپایا تھا نمایاں کر دیا

(69)

ذکرِ حسینؑ سے یہ قرار و قیام ہے اسلام کے پیام کی تبلیغ عام ہے
بیجا نہیں ہے دینِ حسینیؑ کہیں اگر کلمہ حسینؑ کا ہے محمدؐ کا نام ہے

(70)

وہ قلبِ دل نہ کیوں کر نازشِ علم و عمل ٹھہرے فدا انسانیت کے جان و دل اس حق پرستی پر
میسر اب کہاں دنیا کو ایسا مصلحِ اعظم تہِ خنجر گلا ہو انگلیاں ہوں نبضِ ہستی پر

(71)

شہیدِ ظلم کلیجے ہلا دیئے تو نے حسینؑ درد کے دریا بہا دیئے تو نے
ہر اک ذرہ بے حس میں اک تڑپ بھر دی دماغ وضع کئے دل بنا دیئے تو نے

(72)

اللہ اللہ یہ سعادت یہ شرف یہ امتیاز چار اماموں کی ولادت سے رجب ہے سرفراز
شکر کے سجدے میں خم ہے اوجِ گردوں پر ہلال آؤ اس کے ساتھ ہی پڑھ لیں مودت کی نماز

(73)

یارب وہ آستانِ جلالت نصیب ہو
لوحِ جبیں کو پھر وہی قربت نصیب ہو
اچھا ہے ایک زاہد شب زندہ دار سے
وہ جس کو خواب میں بھی زیارت نصیب ہو

(74)

اگر حسینؑ نہ تخلیق کربلا کرتے
یہ حوصلے یہ عزائم یہ دل کہاں ہوتے
خدا سے ربط نہ ہوتا بغیر ذکرِ حسینؑ
اگر ہزار بھی قرآن درمیاں ہوتے

(75)

کوئی کچھ بھی کہہ کے اپنے دل کو سمجھائے حسینؑ
اے علیؑ و فاطمہؑ کی گود کے پالے حسینؑ
جس کا ماتم نام رکھ چھوڑا ہے یہ ماتم نہیں
تیرا ڈنکا بج رہا ہے کربلا والے حسینؑ

(76)

تحقیق اہلِ علم میں ہے عرش بارگاہ
تخئیل اہلِ فکر میں انسانیت پناہ
تیرے مقام تک کوئی پہنچا نہ اے حسینؑ
واللہ یہ مفکر و عالم ہیں گردِ راہ

(77)

سرِ اہلِ دل کا جھکتا ہے اسی جانب جدھر حق ہے
امامِ موسیٰ کاظمؑ کا ہر انسان پر حق ہے
خدا کا شکر ہے شامل ہیں ہم جس کے غلاموں میں
وہی الکاظمین الغیظ کی تفسیرِ برحق ہے

(78)

انبیاؑ خلق ہوئے تیری تولا کے لیے
لمحۂ فکر ہے وارفتۂ دنیا کے لیے
تیرے بابا نے ترا نام جو موسیٰؑ رکھا
فخر ہے تا بہ ابد حضرتِ موسیٰؑ کے لیے

(79)

ولادت سے امامِ عصرؑ کی ہیں دو جہاں روشن
مسرت کا اثر یکساں ہے دشت و در پہ شہروں پر
غریبوں کے عریضے بھی امیدِ دست بوسی میں
چلے جاتے ہیں ہنستے بولتے دریا کی لہروں پر

(80)

تیری ہی آمد پہ قومی منزلت کا حصر ہے　　تو رئیسِ اہلِ دل ہے تو امامِ عصر ہے
ناکمل ہے نظامِ زندگی تیرے بغیر　　ہر عبادت تیری فرقت میں نمازِ قصر ہے

(81)

گردش میں عدو ہوں گے اور دور میں پیمانہ　　آباد تو ہونے دو ساقی سے یہ میخانہ
جب ہوگا جلوس اس کا اورنگِ خلافت پر　　اس روز بڑھائیں گے پیاسوں کا عزاخانہ

(82)

امامِ عصر دنیا ایک طوفانی سمندر ہے　　مگر طوفاں میں کشتی کھینے والے لب بھی جیتے ہیں
قیامت آنے والی ہے یہ پروا ہو نہ ہو لیکن　　تری قدموں کی آہٹ لینے والے لب بھی جیتے ہیں

(83)

تمہیں قائم تمہیں وجہِ قیامِ روح و پیکر ہو　　تم اک رازِ خدا ہو راز کا اظہار کیونکر ہو
تمہیں ہو عالمِ باطن تمہیں ہو جلوے ظاہر　　تمہیں پردے کے اندر ہو تمہیں پردے کے باہر ہو

(84)

ولادت اس کی برحق ہے ظہور اس کا مقرر ہے　　کہ اس کی ذات سے دنیا کا مستقبل مقدر ہے
یہ شانِ ورثہ داری کس کو عالم میں میسر ہے　　نظر کرارؑ کی زہرؑا کا دل ذہنِ پیمبرؐ ہے

(85)

تیرا مقامِ فقر ہے اجلالِ حیدری　　تیرا متاعِ ناز حسینی غضنفری
آئین سازِ سروریٔ دو جہاں ہے تو　　اللہ تیرے دل میں ہے احساسِ کمتری

(86)

عباسِؑ مزاجِ شرف و معنیٔ عظمت　　اجلالِ مشیت ہے تیری شانِ جلالت
تو ہے وہ بشر جس نے حدیں توڑ کے رکھ دیں　　سنتے تھے کہ محدود ہے انسان کی طاقت

(87)

صبر سے وضع کیا اس نے اسیری کا مزاج شکر سے کر کے بلند اپنے مصائب کا نظام
اس کے ایثار پہ حیران ہے عقلِ بشری کم نہیں شانِ شہادت سے اسیری کا مقام

(88)

اے شریعت کے پرستار شجاعت کے دھنی نازشِ ملت اسلام اویسِ قرنی
ماں کی خدمت کا یہ جنت سے بھی بڑھ کر ہے بدل کہ رسالت کو پسند آیا ترا حسنِ عمل

(89)

عباسؑ کی مثال علیؑ کے سوا کہاں چہرہ بھی نور بار، علم بھی ہے ضوفشاں
اس منصب جلیل کے قابل تھا اور کون شبیرؑ کے ہاتھ میں تھیں حیدرؑ کی انگلیاں
صورت وہ تھی کہ حسن تھا یوسفؑ کا دم بخود قوت یہ تھی کہ شیر کی جیسے کلائیاں

(90)

دنیا اسے کیا سمجھے یہ روز اہم کیا ہے عشرہ کے مقابل میں تاریخِ امم کیا ہے
عباسؑ کی مٹھی میں ہے قوم کا مستقبل اسلام کی عزت ہے کاندھے پہ علم کیا ہے

(91)

بہت مشکل ولا کا راستہ ہے کہ اس دعوے کی شاہد کربلا ہے
خبر بھی ہے تجھے ہمنامِ عباسؑ کہ ساتھ اس نام کے شرطِ وفا ہے

(92)

زورِ وفا سے خلق کو حیران کر گئے کانپے فلک یہ تیغ سنبھالے جدھر گئے
آبِ رواں سے ناخن پا بھی نہ تر کیا عباسؑ بحرِ خوں میں گلے تک اتر گئے

(93)

حیدری نشاں جس نے دوش پر سنبھالا ہے
کیا بلند منزل ہے کیا بلند و بالا ہے
چھا گئی ہے یوں ہیبت بازوے حسینؑ کی
جیسے آج دریا کا رخ بدلنے والا ہے

(94)

منکر سے معجزہ کے یہ میرا سوال ہے
اب معجزہ کے حق میں ترا کیا خیال ہے
عباسؑ نے محال کو ممکن بنا دیا
دریا سے تشنہ کام پلٹنا محال ہے

(95)

دل ترا بغاوت پر مائل نظر آتا ہے
اس طرح ترا بچنا مشکل نظر آتا ہے
سجدے کر اسی رخ پر اے کشتیٔ بے ساحل
عباسؑ کے قبضہ میں ساحل نظر آتا ہے

(96)

زندگی کا تاج سر انسانیت کا دل بنے
آخری قربانی وایثار کی منزل بنے
خالقِ کل نے جو کی بزمِ جہاں آراستہ
کربلا والے مجاہد زینتِ محفل بنے

(97)

کیا ذکر جنگ صلح حسنؑ کی ہوئی یہ قدر
مسلم کچھ ایسے ہیں جنہیں یہ بھی نہیں پسند
ان کے لیے سوال نہیں صلح و جنگ کا
دراصل اہلبیتؑ کی ہستی نہیں پسند

(98)

پہنچا کہاں کہاں تک یہ دردِ دل ہمارا
کس کس نے کربلا کے غم کا لیا سہارا
اصغرؑ کی مدح کر کے انگریز ایک شاعر
عنوانِ نظم رکھے ''معصوموں کا ستارا''

(99)

سپر متاعِ شریعت کی بن گئی زینبؑ
بچا کے دینِ محمدؐ کی زندگی زینبؑ
اب اس سے بڑھ کے امامت کا فرض کیا ہوگا
کبھی حسینؑ محافظ رہے کبھی زینبؑ

(100)

خدا کا حکم تھا ہو جاؤ صادقین کے ساتھ — یہی سبیل ہے اوہام سے رہائی کی
بشر تھے عالمِ فکر و نظر میں کھوئے ہوئے — مباہلہ نے صداقت کی رہنمائی کی

(101)

مظاہرہ تھا یہ واجب ضرور واجب تھا — نمود جلوۂ خیر الامور واجب تھا
زمینِ کرب و بلا پر جہاد قاسمؑ سے — شجاعتِ حسنیؑ کا ظہور واجب تھا

(102)

سبط نبیؐ کے گھر کی تنویر ہے سکینہؑ — ساداتِ ہاشمی کی توقیر ہے سکینہؑ
اس شان پر نہ کیوں ہوں اہلِ حرم تصدق — زہراؑ کے بچپنے کی تصویر ہے سکینہؑ

(103)

کھلیں انسان کی آنکھیں ذہنیت میں انقلاب آیا — افق پر عالمِ انسانیت کا آفتاب آیا
دلہن کی طرح قاسمؑ نے سنوارا حق کے مقصد کو — اسی کے دم سے معیارِ شہادت پر شباب آیا

اخلاقی قطعات

(1)

مولاؑ کا استغاثہ ہے ترے حافظہ میں   مجلس کی حاضری سے منبر کی آگہی سے
یہ قول بھی سنا ہے سلطانِ کربلا کا   عزت کی موت اچھی ذلت کی زندگی سے

(2)

غلط روی کا سلامت روی میں نام نہ لے   غرور و نخوت و نفسانیت کا نام نہ لے
ہم اس کو نازشِ انسانیت سمجھتے ہیں   جو اقتدار پہ دشمن سے انتقام نہ لے

(3)

نازشِ خلقت فروغِ آدمیت بن گیا   کاروانِ خلق میں وجہِ فضیلت بن گیا
احسنِ تقویم کا خلعت تو پہلے ہی سے تھا   علمِ آدم کے لیے تاجِ خلافت بن گیا

(4)

غم سوا ہوگا اگر دیدۂ دل باز رہا   اب وہ اگلا سا نہ انجام نہ آغاز رہا
دوستی عہدِ گذشتہ کی نہ پوچھیں احباب   دشمنی میں بھی شرافت کا اِک انداز رہا

(5)

نماز دیکھ کسی شخص کی نہ روزہ دیکھ   تو ارتباط نہ بندہ کا اور خدا کا دیکھ
امیرِ متقیاںؑ کا یہ قول ذہن میں رکھ   معاملات میں آپس کے زہد و تقویٰ دیکھ

(6)

تہذیبِ عمل ہے آخرت کی کھیتی   بے خونِ جگر بڑھ نہیں سکتی اے دوست
تجھ کو ہیں جب اپنے چار آنسو بھی عزیز   یہ بیل منڈھے چڑھ نہیں سکتی اے دوست

(7)

جب پلٹتے ہیں متاعِ آب و گِل کے سوگوار
دفن کرکے پیکرِ بے روح اِک انسان کا
اس یقیں پر یہ بھی سب ہر پھر کے آئیں گے ضرور
ذرہ ذرہ دیکھتا ہے مُنہ کے گورستان کا

(8)

اپنے کردار کا انجام ہے یہ سود و زیاں
انقلابات سے غیروں کو سروکار نہیں
بحر و بر ہم نے خریدے تھے ابھی کل کی ہے بات
آج ہم بکتے ہیں اور کوئی خریدار نہیں

(9)

وہاں کیا ذکر کے قابل ہے دل اپنا دماغ اپنا
جہاں جامِ سفالی سے بھی بدتر ہو ایاغ اپنا
یہاں اپنی بھری محفل بھی ہے مرہونِ تاریکی
کچھ اہلِ دل خلا میں بھی جلا آئے چراغ اپنا

(10)

بے عمل انسان تو ایک مہرۂ بے زور ہے
پہلی بازی میں بساطِ دہر کی پٹ جائے گا
صفحۂ گیتی پہ کچھ اپنا نوشتہ چھوڑنا
ورنہ اک دن صورتِ حرفِ غلط مٹ جائے گا

(11)

دل سے برسوں کے تعلق کو بھلا دیتی ہے
لطفِ اخلاص کی محفل سے اٹھا دیتی ہے
کچھ خبر ہے تجھے اک جنبشِ لب ایک نظر
دوست کو دوست سے بیگانہ بنا دیتی ہے

(12)

تابِ گویائی کہاں حق بات سننا شاق ہے
جس کو دیکھو کجروی میں شہرۂ آفاق ہے
بے تکلف اپنی لغزش کا جو کرلے اعتراف
آج کس انساں میں اتنی جراتِ اخلاق ہے

(13)

اس دور میں کون سوچتا ہے
کیا کرنا ہے اور کیا نہ کرنا
اک عام اصول بن گیا ہے
وعدہ کرنا وفا نہ کرنا

(14)

لمحۂ عیش غم و درد میں ڈھل جاتا ہے — وار تقدیر کا تدبیر پہ چل جاتا ہے
اپنی املاک سمجھ کر سر و ساماں کو نہ دیکھ — وقت کے ساتھ ہی ماحول بدل جاتا ہے

(15)

ہوس کی راہ پہ میں دل سے ہارتا ہی رہا — غلط روی پہ یہ ظالم اُبھارتا ہی رہا
کسی صدا پہ نہ کی مڑ کے اِک نظر میں نے — مرا ضمیر مسلسل پکارتا ہی رہا

(16)

ہر چند ہر اک سانس ہے انعام خدا کا — یاد آئے نہ آرام میں پیغام خدا کا
توہینِ عبادت ہے عبادت یہ نہیں ہے — نازل ہو کوئی خوف تو لیں نام خدا کا

(17)

کر رہا ہے کب سے ہمت آزمائی آدمی — غور سے دیکھے یہ شانِ ارتقائی آدمی
حکمت و جرأت سے ہو معمور جس کا دل دماغ — اِس بھری دنیا میں کہلائے خلائی آدمی

(18)

رشتہ بہت ہے نازک تکمیلِ دوستی کا — میں گر بتا رہا ہوں آسان زندگی کا
رہتا بہت ہی کم ہے اس منزلِ عمل میں — ہو دوست ایک ہی کا دشمن نہ ہو کسی کا

(19)

بے فکر و نظر آنکھوں ہی آنکھوں کٹی رات — ایسا نہ ہو دن باتوں ہی باتوں میں گذر جائے
سب کھو چکا اے دوست ضمیر اپنا بچا لے — انسان ہے زندہ ابھی انسان نہ مر جائے

(20)

ہم ہی اچھے ہیں کہ خوش رہتے ہیں ہر عالم میں ہم — کس دوعملی میں ہیں اے دل واعظانِ محترم
عید اِدھر آئی اُدھر رخصت ہوا ماہِ صیام — اِس کے آنے کی خوشی اُس کے جانے کا ہے غم

(21)

توہمات کی صورت کشی سے ڈرتے ہیں
بلا سے دیو سے جن سے پری سے ڈرتے ہیں
جہاں میں ایسے ہی انسان ملیں گے کثرت سے
کہ جو خدا کے سوا ہر کسی سے ڈرتے ہیں

(22)

زمیں بوئے خوں سے مہکتی رہی
ستاروں کی چھاتی دھڑکتی رہی
مسیحا نفس بن گیا آدمی
مگر آدمیت سسکتی رہی

(23)

خوب کہہ سن کے رنگ دیکھ لیا
کیا زباں پر اب اپنا حال آئے
دور تک آدمی نہیں ملتا
آدمیت کا جب سوال آئے

(24)

رفتار دیکھتے ہیں فدا کاریوں کی ہم
اب وہ غرور وجہ تسلی نہیں رہا
میدانِ کارزار میں آجائیں عورتیں
جب کوئی مرد قوم میں باقی نہیں رہا

(25)

جب فیصلہ زمانِ ماضی ہوگا
اللہ بڑے بڑوں کا قاضی ہوگا
تو آج ہو رزقِ مختصر پر راضی
تھوڑے سے عمل پہ کل وہ راضی ہوگا

○

قومی قطعات

(1)

نعمتِ حاصل مبارک جانِ حاصل تک بھی جا
جس کے مدفن کی ہے دھن اس مردِ کامل تک بھی جا
کربلا سے اور آگے منزلِ شبیرؑ ہے
کربلا تک جانے والے اس کی منزل تک بھی جا

(2)

نمودِ قوتِ نانِ شعیر دیکھتے ہیں
کمالِ شوق سے یہ دار و گیر دیکھتے ہیں
غمِ حسینؑ بھی یارب کوئی تماشہ ہے
غریب کرتے ہیں ماتم امیر دیکھتے ہیں

(3)

کیا یہ ہے زندگی کا نصب العین
یہ ہے تقلیدِ سیّد کونینؑ
دل دُکھاتے رہو غریبوں کا
اور کہتے رہو "حسینؑ حسینؑ"

(4)

عمل سے رہ گیا محروم ذوقِ آگہی کیونکر
ترے دل نے غلط گوئی کی بے ربطی سہی کیونکر
زباں کچھ اور کہتی ہے روش کچھ اور ہے تیری
لسانِ اللہ سے وابستگی باقی رہی کیونکر

(5)

تو نیاز و نذر کی تکمیل میں ہے مبتلا
ہے مرادوں منتوں میں تیری دولت کی بقا
جی رہا ہے تو ضرورت سے سوا آرام میں
مرنے والے مر رہے ہیں بے دوا اور بے غذا

(6)

تجھ سے روزہ چاہتا ہے چشمِ تر کا اہتمام
نفس کی تہذیب پاکیزہ نظر کا اہتمام
سب عبادت سب ریاضت بے مزہ ہو جائے گی
ذہن میں رکھا جو افطار و سحر کا اہتمام

(7)

آنسوؤں کا جو تقاضا ہو تو بھر دے جل تھل
کربلا والوں کے ایثار کا مقصد نہ بدل
چند لفظوں میں یہ ہے اُسوۂ انصارِ حسینؑ
وسعتِ فکر و نظر حوصلۂ عزم و عمل

(8)

دیکھ لوں میں جاگتی آنکھوں شبابِ دردِ دل
درد کا طوفان بن اے اضطرابِ دردِ دل
آ گیا جانکاہ خطرہ میں نصابِ دینیات
چونک اٹھ للٰہ بات کے نصابِ دردِ دل

(9)

ہے سپردِ اہلِ علم ایک ایک بابِ دینیات
اُن کی نگرانی میں یہ حالِ خرابِ دینیات
دیکھیے نا اتفاقی کا نتیجہ دیکھیے
آ گیا آپس کے جھگڑے میں نصابِ دینیات

(10)

فریب کار نمائندگانِ ملت نے
تباہ کی ہیں جہاں میں شریعتیں کتنی
غرض کی آڑ میں مُلّائے بے حقیقت نے
چھپا چھپا کے رکھی ہیں حقیقتیں کتنی

(11)

تیرا دولت پہ ہے قبضہ تو مبارک ہو تجھے
تجھ پہ قبضہ نہ کہیں اپنا جمائے دولت
مجھ سے دولت کے طلب گار یہ نکتہ سن لے
گھر میں آ جائے مگر دل میں نہ آئے دولت

(12)

نہ جانے کس قدر فتنے اُٹھا کر زندگانی میں
نظر آتا ہوں کتنا خوش فریبِ کامرانی میں
کوئی میرے ثقہ ہونے پہ شک کر ہی نہیں سکتا
بہت سے عیب چھپ جاتے ہیں ٹوپی شیروانی میں

(13)

کردار ائمہ کی جھلک بھی تو نہیں
ملت روتی ہے آج تک جن کے لیے
ناپید ہے خلقِ حسینؑ اور عزمِ حسینؑ
مجلس کی بنا ہوئی تھی اس دن کے لیے

(14)

یہ بلندی ہو مبارک اے جوانِ سر بلند — اے زمینِ دردوغم کے آسمانِ سر بلند
اِک ذرا کردار کی اپنے بلندی دیکھ لے — پھر اُٹھا عباس غازی کا نشانِ سر بلند

(15)

گھر کے قصوں میں وقت کھویا کچھ دیر — پھر ذکرِ حسین کرکے رویا کچھ دیر
مجلس میں گزر گئی بہر حال اچھی — جاگا کچھ دیر اور سویا کچھ دیر

(16)

بزمِ فلک کے آئنہ داروں سے ڈر گئے — فطرت کے چند کار گزاروں سے ڈر گئے
سب حال بندگی و عقیدت کا کھل گیا — کتنے خدا کے بندے ستاروں سے ڈر گئے

(17)

گلا حفاظت زنجیر وسیم و زر میں نہیں — غلام ہم بھی ہیں اس کے یہ فضلِ داور ہے
دیا ہے ہم نے مودّت لقب زراہِ ادب — ہماری زیست محبت کی زندگی پر ہے
ہم اہلبیت کے ہیں ایسے ماننے والے — کہ جن میں میثمِ تمار سا دلاور ہے
قلم کے بدلے اٹھالیں گے وقت پر تلوار — مجھے یقیں ہے یہی عزمِ ہر سخن ور ہے

(18)

کوئی ہم نامِ محمدؐ کوئی ہم نام علیؑ — دل میں دردِ ملّت اسلام ان کا سا نہیں
یہ برائے نام نسبت ہوگئی حاصل تو کیا — ہم ان کے سے ہیں لیکن کام ان کا سا نہیں

(19)

ہر جگہ ہے اہلِ دولت کے لیے ساماں الگ — نذر کے موقع پر بھی بچھتا ہے دسترخواں الگ
یوں غریبوں سے یہ ہر منزل میں رہتے ہیں جدا — جیسے قبلہ ہے امیروں کا الگ قرآں الگ

(20)

نگاہِ وقت کا کیا اعتبار کرتے ہیں
حریف کیوں ہوسِ کارزار کرتے ہیں
علیؑ کا نام ہی کافی ہے سن رکھے دنیا
ہزار وار پہ ہم ایک وار کرتے ہیں

(21)

کیا اختلالِ ذہنیت چارہ گر میں ہے
مدت سے جتلا وہ اسی دردِ سر میں ہے
سارے جہاں کے واسطے ہیں چارہ سازیاں
اُس کی خبر نہیں ہے جو بیمار گھر میں ہے

(22)

مجلس کے جو ختم پہ پلٹتے دیکھا
حضار کو ٹولیوں میں بٹتے دیکھا
تعریف کسی کی اور کسی پہ تعریض
خالی باتوں میں وقت کٹتے دیکھا

(23)

تزکیہ نفس کا ہے ماحصلِ صوم و صلوٰۃ
سونے والوں کو یہ پیغام ہے بیداری کا
یوں گلے مل لیے رسماً تو نتیجہ معلوم
عید ہے عہد محبت کا رواداری کا

(24)

مجلسوں سے قوم کی تنظیم ہونی چاہیے
کچھ تو حالِ زار کی ترمیم ہونی چاہیے
مقصدِ شبیرؑ کی تفہیم ہونی چاہیے
عام اب مظلوم کی تعلیم ہونی چاہیے

(25)

تاریکیاں ہیں ملّت بیضا کی تاک میں
کچھ قوم کی حیات کا سامان کیجیے
سرکار دو جہاں کی محبت کے نام پر
آپس کے اختلاف کو قربان کیجیے

(26)

کتنے ہوں گے دعویدار اسلام کے
دوسروں کے غم کو غم سمجھے ہوئے
بلوۂ خیرالبشرؐ سے دور ہیں
مسلکِ خیرالاممؐ سمجھے ہوئے

(27)

گذاری ہے کبھی اس شان سے بھی زندگی میں نے — دیا ہے اہلِ دنیا کو شعورِ حق رسی میں نے
فضائے عالم امن واماں کا پوچھنا کیا ہے — تہِ شمشیر بھی حق سے نہ کی پہلو تہی میں نے

(28)

قدم اٹھایئے ناکامیوں سے ڈرنا کیا — شکست وفتح کے قصے ہزار ہوتے ہیں
شمار ان کا نہ زندوں میں ہے نہ مردوں میں — وہ کم نصیب جو پاتے ہیں کچھ نہ کھوتے ہیں

(29)

ہم اہل نہ تھے اس منزل کے خوابِ حقیقت دیکھ چکے — گفتارِ سیاست خوب سنی رفتارِ سیاست دیکھ چکے
کیا دیں گے سہارا غیروں کو جب اپنے مسائل حل نہ ہوئے — تقریر کا حاصل دیکھ لیا تدبیر کی قوت دیکھ چکے

(30)

ملت کا تقاضا ہے کہ ہستی سے گذر جا — میرے لیے جینا ہے تو اپنے لیے مرجا
دریا سے تجھے پار اُترنا ہے بہر حال — طوفان کے کاندھے پہ قدم رکھ کے اتر جا

(31)

عزم و استقلال و ہمت چاہیے — آدمی دریا کا رُخ بھی موڑ دے
موت برحق ہے تو کوئی حق پرست — موت سے پہلے ہی کیوں جی چھوڑ دے

(32)

جو بات تھی ترے اسلاف میں وہ بات نہیں — بُرا نہ مان مسلماں کے یہ صفات نہیں
تو چلتی پھرتی ہوئی ایک لاش ہے اے دوست — حیات ہے مگر اسلام کی حیات نہیں

(33)

کیا خبر تھی زندگی کا مدعا بدلیں گے ہم — اپنا جادہ اپنی منزل بارہا بدلیں گے ہم
حق سے بیگانہ بنا دے گا غمِ دنیا ہمیں — ہر نئی کروٹ پہ قسمت کی خدا بدلیں گے ہم

(34)

بچے بچے کی نظر ہے چاند پر   چاندنی سے ہر مکاں معمور ہے
یہ نہ سمجھا کوئی انساں آج تک   کس قدر نزدیک کتنی دور ہے

(35)

کون سے دن کے لیے ہیں یہ حکایاتِ قدیم   جگمگاتے ہوئے فانوسوں میں آیاتِ قدیم
لے کے پہنچے انہیں میدانِ عمل تک اغیار   ہم سناتے رہے دنیا کو روایاتِ قدیم

(36)

یہ اختلافِ لسانی پہ دو بدو کیسی   جو بول چال میں ہے فرق مل تو ایک رہیں
عزیز ہے اگر اپنی زباں کا عزو وقار   زبان پاک رہے اور خیال نیک رہیں

(37)

بجلی کی کڑک تھی جن کی آواز   بادل کی طرح گرج رہے تھے
وہ آج ہیں رقص میں جو کل تک   ہتھیار بدن پہ سج رہے تھے

(38)

کامیابی کا یہ انداز یہ عنوان نہیں   اپنی گذری ہوئی ناکامیوں کو یاد نہ کر
عزم محکم ہو تو گر گر کے سنبھلتا ہے بشر   راہ تدبیر میں اندیشۂ افتاد نہ کر

(39)

یہ اہلِ عقل مسلم کے لیے زیبا نہیں ہوتا   خلوصِ قلب اس عنوان سے پیدا نہیں ہوتا
حقیقت ہے یہی کوئی برا مانے بھلا مانے   جو معمولات میں حائل ہو وہ روزہ نہیں ہوتا

(40)

ایک صف میں نظر آجائیں جو ہنگام نماز   عصرِ حاضر میں یہ اسلام کا معجزا اعجاز
شرط مسجد نہیں مسجد سے نکل کر دیکھو   کسی محفل میں ہیں یکجا کبھی محمود و ایاز

(41)

اسلام کا شعار ہے تنظیمِ اتحاد
اخلاق کا شعور ہے تکریمِ اتحاد
وہ فرض پنجگانہ ہو یا ہو صلوٰۃِ عید
ملتی ہے ہر نماز سے تعلیمِ اتحاد

(42)

نام کس کا اتحادِ ملّت اسلام ہے
ہم سے پوچھو وہ حسینؑ ابن علیؑ کا نام ہے
جو غمِ شبیرؑ میں ہیں ان کو اِس کا غم نہیں
زندگی کی صبح ہے یا زندگی کی شام ہے

(43)

بغیر سعی کہاں دل کا مدعا ملتا
خیال و خواب کی سرگشتگی میں کیا ملتا
ترے خیال میں ہوتی ذرا بھی جان اگر
کہیں تو بڑھ کے عمل کی حدوں سے جاملتا

(44)

ایک اور ایک دو بھی ہوتے ہیں
ایک اور ایک مل کے گیارہ بھی
جن کو قدرت نے دی ہے عقلِ سلیم
ان کو کافی ہے اک اشارہ بھی

(45)

ضرورت ہے محبت کی سبق نفرت کا پڑھتی ہے
کہیں دنیا میں کوئی قوم یوں پروان چڑھتی ہے
یہ مصرف علم کا ہے اور یہ عالم نوجوانوں کا
تعصب بڑھ رہا ہے جس قدر تعلیم بڑھتی ہے

(46)

اچھا ہے نہیں گر ہوس طبل و علم
اندھیر ہے یہ دوات و خامہ بھی نہ ہو
آواز ہے کیا اُس کی اثر کیا اس کا
جس قوم کا ایک روز نامہ بھی نہ ہو

(47)

جس قوم نے سر کی مہم کرب وبلا
اس قوم میں ملتے نہیں آثارِ حیات
وہ ٹھوکریں کھاتی پھرے تاریکی میں
جس قوم کے ورثے میں ہو عاشور کا دن

(48)

کردار پہ اپنے رکھ نگاہِ تنقید
خود اپنے لیے شاہدِ عینی ہو جا
تو مجلس و ماتم میں حسینیؑ ہے ضرور
ہر رنگ میں اے دوست حسینیؑ ہو جا

(49)

کیا ترے ذوقِ ستم نے جوش پیدا کر دیا
رنگِ تسلیم و رضا کچھ اور گہرا کر دیا
ایک اشکِ غم تھا اب تک جذبۂ بے اختیار
جس نے اپنا خون شامل کر کے دریا کر دیا

(50)

پھر وہی تیور قیامت خیز دکھلانے لگے
پھر زمین و آسماں ہیبت سے تھرانے لگے
یہ اقلیت ہماری یہ فدا کاروں کی بھیڑ
کیا فرشتے قید ہونے کے لیے آنے لگے

(51)

بڑھا کر جادۂ مہر و وفا کی آبرو آیا
تعالی اللہ پیدل سندھ سے تا لکھنؤ آیا
تولائی مسافر تجھ کو طی ارض ممکن تھا
تری خاکِ قدم آنکھوں پہ کس رستہ سے تو آیا

(52)

وہی افسانۂ دل دوز پھر دہرانے والے ہیں
سخن کا شعر کا نغمہ کا طوفاں لانے والے ہیں
جگہ ہو صدر میں خالی درِ زنداں کھلا رکھے
حکومت کو خبر کر دو کہ ہم آنے والے ہیں

(53)

عالمِ غیرت اسیری بے سر و سامانیاں
زیست کی دشواریاں ہیں موت کی آسانیاں
امتحاں کچھ اور باقی ہو تو حاضر ہم بھی ہیں
پانچ جانوں کی تو اب تک دے چکے قربانیاں

(54)

عمر کم عزم زیادہ ہے یہ دکھلا جانا
کہیں آلام و مصائب سے نہ گھبرا جانا
اپنی جانب سے کمی آئے نہ قربانی میں
ہم اگر جیل میں مر جائیں تو تم آ جانا

(55)

لَے بڑھاؤ درد کی الفاظ کو مدھم کرو
وا عمل کی قوتوں سے دیدۂ عالم کرو
وقت ہے یہ کام کا تقریر کا موقع نہیں
آدمی بھیجو زیادہ اور باتیں کم کرو

(56)

نجم دل والوں کی شانِ امتیازی دیکھنا
درسِ اہلِ بیت کی جلوہ طرازی دیکھنا
جیل بھی گھر بن گیا ہے وسعتِ اخلاق سے
اہلِ فیض آباد کی مہماں نوازی دیکھنا

(57)

موت سو بار آئے خاطر میں نہ لانا چاہیے
مرتے مرتے زندگی کا گیت گانا چاہیے
جس طرح چاہیں زمانہ کو بدل دیں اہلِ دل
پست ہمت ہیں جنہیں اگلا زمانا چاہیے

(58)

بہرِ خدا نہ جیل رکھیں قدم ابھی
مردانِ حق پرست میں باقی ہے دم ابھی
کیوں اتنی مضطرب ہیں کنیزانِ سیدۂ
کہہ دے یہاں سے کوئی زندہ ہیں ہم ابھی

(59)

روتے ہیں جیل میں بھی مظلوم کربلا پر
ایثار کی خوشی میں یہ غم بھی کر رہے ہیں
یہ دن کی ہے مشقت وہ شب کا ہے فریضہ
چکی بھی پیستے ہیں ماتم بھی کر رہے ہیں

(60)

ہوئی نہ فتح میسر تو قوم سن رکھے
براہ راست ارادہ نہیں ہے آنے کا
عجب نہیں جو اجل کھول دے درِ مقصود
قفس میں ہو کے بھی رستہ ہے آشیانے کا

(61)

مرحبا اے خطۂ فیروز پور
ہر جتھے میں شان ہے سیلاب کی
اللہ اللہ یہ تری دریا دلی
زندہ باد اے آبرو پنجاب کی

(62)

کیا دے گی وہ نگاہِ ستم آفریں ہمیں
رکھنا ہے اپنی قوتِ حق پر یقیں ہمیں
یوں خوابِ صلح دیکھ کے کچھ دن جیے تو کیا
امیدِ صلح تا دمِ آخر نہیں ہمیں

(63)

دل میں رہ جائے گی پھر کوئی نہ کوئی کاوش
حق و باطل میں کہیں صلح ہوا کرتی ہے
موت کے صدمے سے بدتر ہے جو ملے مانگے سے ملے
زندگی قوتِ بازو سے ملا کرتی ہے

(64)

یہ خوشنما عمارت یہ نقش ساحرانہ
تہذیب آدمی کا فکری نگار خانہ
دنیا کی دولتیں سب گر جاتی ہیں نظر سے
جس وقت دیکھتا ہوں یہ علم کا خزانہ

(65)

جب اپنی منفعت ہر ہر برائی برملا جائز
کوئی پوچھے ہوا کیوں کر یہ امر ناروا جائز
جہاں سے کل اٹھا ہے مردمِ افرنگ کا قبضہ
اسی بھارت میں کتنے آج تک قبضے ہیں ناجائز

(66)

درندوں کو بھی یہ حیواں صفت شرمائے جاتا ہے
جبینِ آدمیت پر پسینہ آئے جاتا ہے
یہ کیسی پیاس خونخواری کی ہے سیری نہیں ہوتی
یہ کیسی بھوک ہے انساں کو انساں کھائے جاتا ہے

(67)

یہ مشکل ہے کہ دل میں کچھ ہمارا درد لے جائیں
سوائے شکریہ لے جائیں گے کیا دیکھنے والے
ہم اپنی دھن میں بیٹھے ہیں وزیر ہوں کہ لیڈر ہوں
بہت آئے اور آئیں گے تماشا دیکھنے والے

(68)

نوائے درد وہ نامہرباں نہ روک سکا
زمیں نہ روک سکی آسماں نہ روک سکا
دہن پہ مہر لگائی قلم پہ بندش کی
مگر کوئی مرے دل کی زباں نہ روک سکا

(69)

عزت سے آبرو سے بٹھائے گئے ہیں ہم ‏ ‏ چھ بار اس دیار میں آئے گئے ہیں ہم
دو چار سال تک یہ نہ آنے کی ہے سزا ‏ ‏ قیدی بنا کے شان سے لائے گئے ہیں ہم

(70)

نہ دیکھی اور نہ قید ایسی سنی ہم نے فسانوں میں ‏ ‏ کمی آنے نہ پائی کچھ حکومت کے خزانوں میں
زہے حسنِ تدبر گھر ہی مظلوموں کو زنداں تھے ‏ ‏ کہ دو رات ایک دن پابند رکھا ہے مکانوں میں

(71)

دے کے یہ دولت کوئی لیتا ہے ناداری کہیں ‏ ‏ یوں بھی ممکن ہے بھلا ترکِ وفاداری کہیں
حبِ اہلبیت شامل جن کے آب و گِل میں ہے ‏ ‏ وہ مسلماں چھوڑ سکتے ہیں عزاداری کہیں

○

قطعاتِ واعظ

(1)

یہ عمامہ، یہ عبا، یہ اوجِ منبر پر نشست
یہ سمجھنا ہے غلط جیسے کہ ہے گھر پر نشست
پہلے استاد کیھ لیجئے پاؤں اس قابل بھی ہیں
یہ نشستِ منبری ہے قوم کے سر پر نشست

(2)

راہ و منزل سے بے خبر آئے
دردِ ملت کے چارہ گر آئے
کچھ اصولِ حیات ذہن میں تھے
منبروں پر بیان کر آئے

(3)

سلام میں سبقت اور پھر غریبوں پر
نظر اٹھا کے نہیں دیکھتے کسی کی طرف
غرور علم کا عالم! ارے معاذاللہ
کہ جیسے دوش پہ رکھی ہے درسگاہِ نجف

(4)

جزوِ تن اچھی سے بھی اچھی غذا
زیبِ تن بہتر سے بھی بہتر لباس
ذکر لب پر فقرِ اہلِ بیتؑ کا
مرحبا اے واعظِ معنی شناس

(5)

خدمت میں جو وارد ہو کوئی صاحبِ دولت
تعظیم کو بڑھتا ہے عمامہ بھی عبا بھی
تعظیم کا کیا ذکر ہے پہلو بھی نہ بدلیں
آجائے اگر صورتِ مفلس میں خدا بھی

(6)

مرحبا محراب و منبر احتشام
شرع کی صورت گری ہے اس کا نام
یہ ترا منصب، یہ دوہری زندگی
مقتدی ہے گھر میں مسجد میں امام

(7)

خود ساختہ مُلا کے پیرایۂ حکمت نے — پروردۂ صحت کو بیمار بنا ڈالا
مذہب کے مسائل میں ڈالے ہیں وہ الجھاوے — آساں شریعت کو دستور بنا ڈالا

(8)

ہلاکو کی روش تقلیدِ چنگیزی نہیں جائز — سکونِ عافیت میں فتنہ انگیزی نہیں جائز
خدا جانے روا رکھتے ہیں کیونکر مذہبی قاید — کسی مذہب کسی ملت میں خونریزی نہیں جائز

(9)

اکثر مطالبات کو ٹالے ہوئے تو ہوں — مرضی پہ اپنی شرع کو ڈھالے ہوئے تو ہوں
اٹھتا نہیں ہے بارِ تقدس اگر تو کیا — عمامہ و عبا کو سنبھالے ہوئے تو ہوں

(10)

علم و عمل کی دنیا کیسی بدل گئی ہے — کردار بھی نئے ہیں رفتار بھی نئی ہے
اللہ کس نظر سے یہ انقلاب دیکھیں — سرمایہ دار آگے اور پیچھے مولوی ہے

(11)

اے عزت و اقتدارِ ظاہر کے غلام — نسبت ہے تجھے علیؑ سے بیشک لاریب
کس فخر سے ذکر اس کی مزدوری کا — اس کے لیے فخر اور تیرے لیے عیب

○

ذاتی قطعات

(1)

فریب نفس میں کھویا ہوا میں خود نکلا
متاعِ نیک سے نا آشنا میں خود نکلا
بُرا جو ڈھونڈنے اُٹھا کبیر کی مانند
تو کائنات میں سب سے بُرا میں خود نکلا

(2)

سختیٔ نزع بہر حال سہوں گا اے دوست
ایسے موقع پہ نہ خاموش رہوں گا اے دوست
اس کے مفہوم کی دوں گا نہ جھلک بھی میں تجھے
آخری سانس میں جو شعر کہوں گا اے دوست

(3)

یہی خطا ہے اسے تو خطا سمجھ نہ سمجھ
نہ اہلِ کبر سے ہوں اور نہ خود پسند ہوں میں
تجھے غرور جو ہے اپنی بے نیازی کا
مجھے بھی ناز ہے تیرا نیاز مند ہوں میں

(4)

مجھے تو آخری ساعت سے بھی کچھ کام لینا ہے
بگاڑوں تشنگی سے کیوں فریبِ تشنگی کہہ کر
سناؤں گا میں اپنی موت کو بھی نغمۂ مدحت
گذرتے وقت کو بھی روک لوں گا یا علی کہہ کر

(5)

جو کچھ بھی محبت میں محبت کا خدا دے
جینے کے ارادے ہیں نہ مرنے کے ارادے
اے حسن کسی کو تو وفاؤں کا صلا دے
میرے سے بہت ہیں مجھے اپنا سا بنا دے
تو خود بھی ہے کھویا ہوا اے صاحبِ جلوہ
کچھ خیر ہے پردے تو نگاہوں کے اٹھا دے

(6)

آشیاں بنتے ہیں آئی ہے بہار
اک قفس ہم بھی بنانے کو چلے
قابلِ درد کہاں دل میرا
کیوں گنہگار بنانے کو چلے

(7)

تقریب میں شادی کی امید کرم برحق
کرار کے در سے بھی بی بی کے پدر سے بھی
میں دونوں گھرانوں کا شاعر ہوں میں لے لوں گا
انعام اِدھر سے بھی انعام اُدھر سے بھی

(8)

اپنی ہستی میں کبھی وہ منزلت پاتا ہوں میں
زندگی کیا موت کیا دونوں کو ٹھکراتا ہوں میں
مجھ سے اٹھ سکتا نہیں احسانِ اربابِ کرم
پھول بھی پھینکے جو کوئی آگ ہو جاتا ہوں میں

(9)

تڑپتے رہتے ہیں جو صبح و شام حاضر ہیں
نگاہِ لطف کے سب تشنہ کام حاضر ہیں
یہ سر کہیں نہیں جھکتے اس ایک در کے سوا
سلام لیجیے مولاؐ غلام حاضر ہیں

(10)

یہ بہتر تھا کہ پیدا ہی نہ ہوتا گوشۂ دل میں
خیالِ اظہارِ غم کا جس کو آنسو بن کے بہنا تھا
ہوئے احباب رخصت اپنا اپنا دردِ دل کہہ کر
کسی نے کچھ نہ پوچھا ہم سے کچھ ہم کو بھی کہنا تھا

(11)

موت برحق ہے مجھے سمجھا رہی ہے بار بار
یہ پیامِ نظمِ فطرت لا رہی ہے بار بار
ایک بار آئی زلیخا کی جوانی لوٹ کر
میری بیماری پلٹ کر آ رہی ہے بار بار

(12)

اب نہ وہ انساں نہ وہ منظر نہ وہ عالم رہے
اہلِ دل کے واسطے اے دوست غم ہی غم رہے
کیا ستم ہے آدمی راضی ہو اس تقدیر پر
دولت دنیا زیادہ آدمیت کم رہے

(13)

سخت جانی سے مری ہے اسی دنیا کو گلہ
اسی دنیا نے کیا موم سے فولاد مجھے
زندگی غیر کے احسان سے منظور نہیں
آج لے لوں جو ملے مرگِ خداداد مجھے

(14)

ترا ذوقِ جستجو ہے عیش پستی کی طرف   رخ ہے میری آگہی کا غم پرستی کی طرف
تجھ کو ہے میرے سخن کی رہبری سے کیا گلہ   میں تجھے لے جا رہا ہوں رہِ ہستی کی طرف

(15)

وقف کر کے جان و دل قربان جانے کے لیے   سب سے بڑھ آیا انھیں اپنا بنانے کے لیے
میرے مولا کو خبر ہے میرے دل کے حال کی   میں نصیری ہی سہی سارے زمانے کے لیے

(16)

وطن کے عشق میں ڈوبا ہوا آتش بجاں ہوں میں   وطن ہے میرے ہر اک گوشۂ دل میں جہاں ہوں میں
مری نظروں میں جذباتِ محبت رقص کرتے ہیں   مری رگ رگ سے آتی ہے صدا ہندوستاں ہوں میں

(17)

حکومت اور نہ دولت چاہتا ہوں   سلوکِ آدمیت چاہتا ہوں
انھیں یہ پاؤں پھیلانا مبارک   کہیں میں بھی سکونت چاہتا ہوں

(18)

محبت کی تبلیغ مسلک ہے میرا   خیالات کو بال و پر دے رہا ہوں
پیامِ سخن کی بلندی نہ پوچھو   ستارے ستارے خبر دے رہا ہوں

(19)

انقلابات کا نشانہ ہوں   مصرفِ گردشِ زمانہ ہوں
تجھ سے وابستگی اور اس پہ یہ غم   تو حقیقت ہے میں فسانہ ہوں

(20)

وفورِ شوق میں دھونی رما کے بیٹھ گیا   ادب کی راہ سے آیا اور آ کے بیٹھ گیا
نصیب اس کے جو دنیا کا عیش ٹھکرا کر   حسین فقیری سے دل لگا کے بیٹھ گیا

(21)

رنج و غم سہہ نہیں سکتا تو غزل کہتا ہوں
جب میں چپ رہ نہیں سکتا تو غزل کہتا ہوں

میری غزلوں سے چھلکتا ہے مرے دل کا لہو
دردِ دل کہہ نہیں سکتا تو غزل کہتا ہوں

(22)

زندگی میں کب تک ہیں سختیاں نہیں معلوم
کب نگاہِ فطرت ہو مہرباں نہیں معلوم

برق و باد واقف ہیں موسمِ خزاں واقف
کیا بہار کو میرا آشیاں نہیں معلوم

(23)

سرمایہ طرازِ شعر و حکمت ہم ہیں
کھولی ہیں سخنوری کی راہیں ہم نے

سرمایہ پرستوں کی حقیقت کیا ہے
دیکھی ہیں بڑے بڑوں کی نبضیں ہم نے

(24)

گناہگار سہی حق شعار ہوں مولاؑ
نگاہِ لطف کا امیدوار ہوں مولاؑ

غریب ہو کے شرف ہے مجھے امیروں پر
غمِ حسینؑ کا سرمایہ دار ہوں مولاؑ

(25)

وہ جس پہ یا علیؑ کندہ ہے میرا جام ہے ساقی
مری تقدیر میں نو روز کا انعام ہے ساقی

یہی مصحف یہی عترت یہی نغمہ یہی نعرہ
زمیں سے آسماں تک ایک ہی تو نام ہے ساقی

(26)

محبت کے تڑپتے برق پاروں میں تمھیں دیکھا
ان اشکوں کے رو پہلی آبشاروں میں تمھیں دیکھا

خوشی میں دور تھے مولاؑ مصیبت میں قریب آئے
غموں میں تم نے تسکیں دی سہاروں میں تمھیں دیکھا

(27)

ملی فضائلِ آلِ نبیؐ کے سایہ میں
جہانِ علم و ادب کو یہ وسعتِ الفاظ

یہ سب حسینؑ کے ایثار کا تصدق ہے
غزل میں حمد قصیدے ہیں شوکتِ الفاظ

(28)

فکرِ شاعر کا ہو کیا اس سے بلند اور مقام
مدحت آلِ پیمبرؐ ہے اور اللہ کا نام
انجم میں کیوں نہ ہوں وابستہ دامانِ علیؑ
میرا مسلک ہے محبت و محبت کا امام

(29)

تخصیص امیری و فقیری نہ رہی
کرنے یہ غریبوں کی مدارات آیا
یکساں ہوئیں نعماتِ الٰہی تقسیم
اسلام لیے عدل و مساوات آیا

(30)

کس لطف سے فرماتے ہیں تو چپ کیں ہے
شیریں دہنوں میں ہے سنائی میری
ہوتی ہیں یہ تقدیر کی باتیں اے انجم
بھاتی ہے انہیں تلخ نوائی میری

(31)

بولوں جو میں کچھ زبان پکڑے دنیا
بیداد ہو داد کے عوض میں حاصل
چپ ہوں تو ہوں شکوہ سنج احباب اے انجم
گویم مشکل و گر نگویم مشکل

(32)

ہنستی ہیں یا بسورتی ہیں کلیاں
موجیں لڑتی ہیں یا گلے ملتی ہیں
اتنی بھی خبر نہیں خبر کیا ہے تجھے
فطرت کی حدیں انجم کے ملتی ہیں

(33)

ہے طلبگارِ فرائض کردگار
اور طالب ہیں سنن کے مصطفےٰؐ
طالبِ نان و نمک اہلِ و عیال
نفسِ امارہ ہے طالب عیش کا
ہیں فرشتے طالب صدقِ عمل
اور ہے شیطان کا کچھ مدعا
روح کی طالب ہے مرگِ منتظر
جسم کی طالب لحد ہے برملا
یہ طلب اور یہ تقاضے جس سے ہوں
صبح کیا اُس کی اور اُس کی شام کیا

قرآنی قطعات

(1)

تیس پاروں سے فصاحت کا وہ دریا بہ گیا
ہر فصیح عصر خاموشی سے تیور سہہ گیا
سیدھے سادے لفظ و معنی کی جلالت دیکھ کر
فلسفہ قرآن کا منہ دیکھتا ہی رہ گیا

(2)

قرآن کی تعلیم کا یہ طور ہے کوئی
آیات کی تشریح کا بھی دور ہے کوئی
تو صرف تلاوت کی ہی خدمت پہ ہے مامور
مفہوم سمجھنے کے لیے اور ہے کوئی

(3)

دیکھو تو ہے قرآن میں سب کچھ موجود
حکمت بھی شریعت بھی سیاست بھی ہے
اللہ نے بھیجا ہے مکمل قانون
ہے دین بھی دنیا کی حقیقت بھی ہے

عزائی قطعات

(1)

یہ شدّتِ غمِ دنیا تجھے مبارک ہو
کسے خبر کوئی بے چین ہے کہ چین سے ہے
ہمارے آگے حقیقت نہیں کسی غم کی
کہ ربط و ضبط ہمارا غمِ حسینؑ سے ہے

(2)

بیگانہ اس فضا سے جو ہیں ان کو کیا خبر
آواز سن رہے ہیں فقط شور و شین کی
جس کی کوئی مثال نہیں کائنات میں
اک ایسی درس گاہ ہے مجلس حسینؑ کی

(3)

سب سے عظیم حسنِ عمل ہے غمِ حسینؑ
کتنی مخالفت ہو اٹل ہے غمِ حسینؑ
اس غم کے ساتھ فکر و نظر بھی جو ہو نصیب
ہر عقدۂ حیات کا حل ہے غمِ حسینؑ

(4)

اب عہد مختصر ہو کہ ہو زندگی دراز
دو دو ہیں جب مرے غمِ ہستی کے چارہ ساز
ذکرِ خدا بھی کرتا ہوں مدحِ حسینؑ بھی
یہ بھی مری نماز ہے وہ بھی مری نماز

(5)

گناہ گار اطاعت گذار حاضر ہیں
غریب قوم محبت شعار حاضر ہیں
سجا کے لائے ہیں سینوں میں داغ ماتم کے
غمِ حسینؑ کے سرمایہ دار حاضر ہیں

(6)

ہندو بھی ہیں غمخوار حسینؑ ابن علیؑ کے
کب اس کے غم و درد کا بادل نہیں گرجا
بھارت کی زمیں مجلس و ماتم کا ہے مرکز
سب اس کے عزادار ہیں راجا ہوں کہ پرجا

(7)

حیراں ہوں مری شانِ مودّت پہ فرشتے
ہر آہ مرے دل کی تولا کا نشاں ہو
لے جاؤں گا محشر میں پئے نذرِ پیمبرؐ
غم پرچمِ عباسؑ کے سایہ میں جواں ہو

فکری قطعات

(1)

ہر قوم کو ہے دعوتِ فہم و ادراک
ہر دور میں ہے غور طلب فکرِ حسینؑ
اخلاق کا معیار سمجھنا ہے اگر
آ مجلسِ غم میں اور سُن ذکرِ حسینؑ

(2)

ہچکیوں کے ہنگاموں میں تدبیر سکوں فرماتی ہے
دیتی ہے غموں سے فرصت بھی اور دشمن جاں کہلاتی ہے
اے موت مقامِ حیرت ہے اس موت سے ڈرتا ہے انساں
جو گود میں اپنی انساں کو بچوں کی طرح لے جاتی ہے

(3)

بغیرِ گناہ سے بخشش کا آسرا
دوزخ کی آگ سے طلبِ راحت جناں
حدِ گناہ منکرِ ثنائے امیرِ شام
دور از ثوابِ مدحتِ مولائے دو جہاں
کہنے کو اسمِ پاک محمدؐ سکونِ روح
فرمانِ کلنا کی اذیت سے نیم جاں
فرعون کی مدد سے رسائی کلیم تک
یوسفؑ کے بدلے اک حبشی روحِ کارواں

(4)

دل میں خون بھی خون میں جوش بھی ہے
پھر خیر سے یہ عالمِ خاموش بھی ہے
کیا سانس کا مول تول معلوم نہیں
خالی جاتی ہے سانس کچھ ہوش بھی ہے

(5)

جائزہ لے وقت کا ایک ایک پل کی فکر کر
آج کا دن تیری پیشی میں ہے کل کی فکر کر
موت کو تو اک دن آنا ہے آئیگی ضرور
موت کی کیا فکر ہے حسنِ عمل کی فکر کر

(6)

مرثیہ کو عیش کی باتوں سے کیا ہے واسطہ
اپنی تعریفوں کی خواہش میں یہ شامت آگئی
ابتدائی لغزشیں تھیں ساقی نامہ اور بہار
رفتہ رفتہ رقص و موسیقی کی نوبت آگئی

(7)

موضوع کی تلاش ہے قطعات کے لیے   گرمی کا زور چاہیے برسات کے لیے
ملتا ہے یوں مسبب الاسباب کا پتہ   لازم ہے اک سبب ہو ہر اک بات کے لیے

(8)

دبے جا رہے ہیں حقائق بھی جن میں   حکایات کی وہ فراوانیاں ہیں
عمل کی بھی اے کاش ہوتی رسائی   جہاں تک زبانوں کی جولانیاں ہیں

(9)

یہی انسان ہے جس کا چراغ ہوش مدہم ہے   یہی انسان اسرارِ خداوندی کا محرم ہے
اگر ہو جستجوئے علم کی توفیق کیا کہنا   کتابیں ہوں اور آنکھیں ہوں تو عمر خضر بھی کم ہے

(10)

نیتِ امروز و فردا تا کجا   چار دن امروز و فردا اور ہے
ختم ہے دم بھر میں کارِ زندگی   ایک دو سانسوں کا رشتا اور ہے

(11)

ہم ہیں قدرت کے اک اشارے تک   وقت کے آخری سہارے تک
زندگی ایک لہر ہے اے دوست   اس کنارے سے اُس کنارے تک

(12)

علم و حکمت کی حدیں انسان پا سکتا نہیں   رستمِ دستاں بھی طاقت آزما سکتا نہیں
چھوڑے جاتے ہیں جس کو وہ بضاعت اور ہے   یہ وہ دولت ہے جسے کوئی چرا سکتا نہیں

(13)

معنیٔ عرفان و مفہومِ بصیرت علم ہے   کارزارِ دہر میں انساں کی قوت علم ہے
سیم و زر کی دولتوں کے بہرہ داروں سے کہو   خرچ کرنے سے جو بڑھتی ہے وہ دولت علم ہے

(14)

سفر تھا کون سا ایسا جو بے جھجک نہ ہوا — رہے گا پوری طرح کامیاب شک نہ ہوا
بہت بڑا مجھے کرنا ہے اک سفر اے دوست — اسی کے واسطے سامان آج تک نہ ہوا

(15)

مخالف کو نہیں معلوم امرِ حق کی ابجد تک — یہاں ہے معرفت محسوس سے معقول کی حد تک
سمجھ جائے گی دنیا جب علیؑ کا شیر آئے گا — خدا والی خلافت ہے محمدؐ سے محمدؐ تک

(16)

عید اپنے اہتمام سے آئی گذر گئی — دنیا میں کر کے جلوہ نمائی گذر گئی
دل کو اگر سکوں نہ ہوا آج کل سہی — اے دوست کیا خدا کی خدائی گذر گئی

(17)

طور سینا ہے جو سینہ علم سے معمور ہے — ہر شریعت ہر طریقت کا یہی دستور ہے
مال و زر قارون کا ورثہ ہے اے دنیا طلب — علم ورثہ انبیاؑ کا ہے خدا کا نور ہے

(18)

ارسطو نے کہا رونا ہمیں بزدل بناتا ہے — خدا ملتا ہے رونے سے کبیرا کی یہ ہے بانی
دل حساس دیکھا فرق حکمت اور محبت کا — کہیں ہے مادی فطرت کہیں جذبہ ہے روحانی

(19)

مٹا سکے گا کہاں تک نشانِ گمراہی — کہیں کہیں ترا نقشِ قدم پڑا نہ رہے
زمانہ آج فراموش و درگذر کر دے — ترا گناہ جو تجھ کو پکارتا نہ رہے

(20)

بیجا طلب سے زعمِ سخا سے بلند ہے — فکرِ حیات و خوفِ قضا سے بلند ہے
مسجود ہے ملک کا تو اے بندۂ خدا — تیرا مقام شاہ و گدا سے بلند ہے

(21)

نظمِ حیات ہے یہی سلسلۂ حیات میں ۔۔۔ وقت نے ہیرِ آگہی فکر سا رہنما دیا
سختیِ راہ ایک تھی میرے تمھارے واسطے ۔۔۔ جس کا تھا دل بڑھا ہوا اس نے قدم بڑھا دیا

(22)

وہ پختہ کار جو عزمِ صمیم رکھتے ہیں ۔۔۔ کسی فضا میں بھی بیدل نہیں ہوا کرتے
ابھی بہت ہیں یہ دو چار آخری سانسیں ۔۔۔ خدانخواستہ کیوں ترک مدعا کرتے

(23)

بقا ہے کس کو فقیری ہو یا امیری ہو ۔۔۔ نہ بوریئے کی حقیقت ہے کچھ نہ کرسی کی
رہا مزاج نہ کوئی مزاج داں باقی ۔۔۔ جب آکے پیکِ اجل نے مزاج پرسی کی

(24)

رمضاں کی ہے کس قدر عظمت ۔۔۔ ان سے کہنا ہے جو نہیں آگاہ
ہر مہینہ کو ہم سے نسبت ہے ۔۔۔ یہ مہینہ مگر ہے شہر اللہ

(25)

کیا موت زندگی کے ستارے چمک گئے ۔۔۔ معاً مری نگاہوں سے پردے سرک گئے
مدہوش ہی سہی مگر اتنا تو یاد ہے ۔۔۔ تم ہاتھ تھام کر مرا منزل تلک گئے

(26)

بہت اونچا بہت اونچا ابھی انساں کو جانا ہے ۔۔۔ دماغوں کی عمل داری ہے حکمت کا زمانا ہے
فسادِ ارض کی رفتار سے ہم نے تو یہ سمجھا ۔۔۔ جبینِ ماہ پر بھی خون کا ٹیکہ لگانا ہے

قطعاتِ شاعر

(1)

وہ احترام ادب کا وہ لطفِ سخن گیا
وہ یادگار عہد سلفِ بانکپن گیا
اس دور کے مشاعرے اللہ کی پناہ
شاعر اب ایک آلہ تفریح بن گیا

(2)

جس دور سے گزر کے ہم آئے ہیں ہم نشیں
نشتر ہے آج حافظے میں اس کی یاد بھی
اس دور میں سنا ہے تغزل کے ساتھ ساتھ
ملتی ہے شاعروں کو ترنم کی داد بھی

(3)

تجھے مکارمِ اخلاق آدمی کی قسم
کسی حقیر تمنا کو زندگی نہ بنا
کسی کے در پہ نہ جا تجھم داد کی خاطر
کمالِ شعر و سخن کو گداگری نہ بنا

(4)

دعوتوں کا وہ تسلسل ہے کہ خالق کی پناہ
خواب و خور اپنی خوشی سے امر مشکل ہوگیا
حضرت سائل کا مصرع یاد آتا ہے مجھے
شعر کہنا حیلہ روزیٔ سائل ہوگیا

(5)

آج کہلاتی ہے بے راہ روی اسٹائیل
اب زمانے کو ہے مرغوب یہی اسٹائیل
بات اکھاڑے سے یہ بزم شعرا تک پہنچی
شعر بھی ہونے لگے اب تو فری اسٹائیل

(6)

محفل کا لطف کیا ہے جو شور و شغب نہیں
شاعر کو کسرِ شان کا احساس بھی نہیں
جی بھر کے کیجے بے ادبی کے مظاہرے
اس دور کا مشاعرہ بزم ادب نہیں

سائل: نواب سراج الدین احمد خاں

(7)

شاعر کوئی بے مدحتِ حیدرؑ نہیں ہوتا
ہر سیفِ زباں صاحبِ جوہر نہیں ہوتا

حق بات پہ ہم کرتے ہیں دل کھول کے تعریف
کم ظرف کوئی شیعۂ حیدرؑ نہیں ہوتا

پروا نہیں دنیا کی محبانِ علیؑ کو
ملتے ہیں وہاں باغ یہاں گر نہیں ہوتا

قرآن سے بے فیض ہیں کتنے ہی مسلماں
اک حرف مودّت بھی میسر نہیں ہوتا

(8)

کچھ ترنم کچھ تمسخر کی روش درکار ہے
آج اہلِ ذوق کو سنجیدگی سے عار ہے

اور سب کچھ ہو چکا اس دورِ ناہموار میں
رقص بھی کرنے لگے شاعر تو بیڑا پار ہے

○

ولائی قطعات

(1)

محبت پر بنا رکھی ہے جس نے بزمِ ہستی کی
کوئی اس کا بھی ہو محبوب فطرت کا تقاضا ہے
سمجھتا ہے ہر اہلِ دل مسلسل اس حقیقت کو
محبت اس کی عزت سے تولاّ در تولاّ ہے
مودّت ہے اگر جاری رہے نغمہ مودّت کا
کوئی سنتا نہیں سنتا اب اس کا سوچنا کیا ہے
یہ مدحت اور مودّت ہے اگر امید جنت میں
یہ دردِ دل نہیں ہے تجّم دردِ دل کا سودا ہے

(2)

ہائے وہ جام تولاّ کہ لنڈھانے والے
یاد رکھیں گے یہ ہمت بھی زمانے والے
پاؤں کٹتے تھے جب اس سمت کا رخ کرنے پر
سر کے بل جاتے رہے میکدے جانے والے

(3)

صوم و صلوٰۃ والے مری جستجو کریں
سب میکدہ میں میری طرح ہاؤ ہو کریں
ڈوبا ہوا ہوں بادۂ خمِ غدیر میں
دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں

(4)

جان ہے کیا عشقِ مولاؑ میں بچانے کے لیے
میری ہستی درس ہوگی اک زمانے کے لیے
اے تولا کے سمندر اے غدیرِ دردِ دل
میں سہارا چاہتا ہوں ڈوب جانے کے لیے

(5)

علیؑ کے نام کا رندوں میں بھی اثر دیکھا
زبانِ اہلِ تصوّف پہ جلوہ گر دیکھا
میں ہاؤ ہوئے نصیری میں ہو گیا شامل
بہت گناہ تھے یہ بھی گناہ کر دیکھا

(6)

پوچھے کوئی خلوص کے جذبے کدھر گئے
مولاؑ کا نام آتے ہی دل جیسے مر گئے
رجعت کا دن بھی اہلِ ولا کی نظر میں ہے
ابھرا جو آفتاب تو چہرے اتر گئے

(7)

ڈرتا نہیں وہ سر کہ جبینی سے وقت کی ساقی کے در پہ جھک جو صدیاں گزار دے
اترے جو سر بھی تن سے تو آئے گی یہ صدا یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

(8)

وہ کافر ہے جسے پینے سے کچھ انکار ہو ساقی جسے توفیق ہے وہ میرا حصہ دار ہو ساقی
ابھی میں چار دہ صد سالہ تقریب مسرت میں گلا رکھتا ہوں موج مے اگر تلوار ہو ساقی

(9)

عشق حسینؑ سے نہ اگر ابتدا کرے نااہل ہے جو نیتِ عشق خدا کرے
مسلم رہے گا کتنی نمازیں قضا سہی کافر ہے جو نماز مودت قضا کرے

(10)

ایسا تو سر بلند نہیں ہے کسی کا نام اس نام سے بلند ہے پیغمبری کا نام
اس وقت دوسروں سے توسل سہی مگر مشکل کا وقت آئے تو لینا علیؑ کا نام

(11)

گردن مینا میں ہیں کچھ ہاتھ ڈالے اک طرف کچھ ہیں تسبیح و مصلا کو سنبھالے اک طرف
مشق سجدوں کی کہیں ہے دورِ ساغر ہے کہیں خانقاہیں اک طرف میخانے والے اک طرف

(12)

وقف کر کے جان و دل قربان جانے کے لیے سب سے باز آیا اسے اپنا بنانے کے لیے
یہ غدیر خم کے میکش کو ہے ساقی سے امید روٹھ جاؤں گا تو آئے گا منانے کے لیے

O

سماجی قطعات

(1)

اٹھاتا ہوں قلم جب میں کسی تحریر کی خاطر
دل اپنا تھام کر مولاؑ کا دامن تھام لیتا ہوں
زباں جب کھولتا ہوں بزم میں تقریر کی خاطر
جب ایسا وقت نازک ہو علیؑ کا نام لیتا ہوں

(2)

اپنے مسکن کو بنایا بارگاہِ اصغرؑ
میر سلطاں علی نے کی ہے یہ صورت گری
آپ کے فرزند جن کا نام نامی بوتراب
جو ولائے اہلبیتِ مصطفیٰؐ میں تھے جری
اس کے حق میں وقف کر کے یہ مکان وجائیداد
پا گئے کچھ اور اربابِ ولا میں برتری
اور فکر و غور اگر کرتے نوشتِ انتخاب
اس سے بہتر نام ہوتا بارگاہِ بوترابؑ

(3)

اس مہینہ میں حکمِ خدا سے ہوتی ہے
بتولؑ و رضیہؑ و مرضیہؑ کی سالگرہ
یہ سیدہؑ کا مہینہ ہے اس کے صدقے میں
مبارک آپ کو ہو سیدہؑ کی سالگرہ

(4)

خوشی پر غم کا نرغہ ہے خوشی فریاد کرتی ہے
یہ کیسی زندگی ہے زندگی فریاد کرتی ہے
منائے جا رہے ہیں یومِ مولاؑ تیرے دشمن کے
تجھ سے دوستوں کی بے بسی فریاد کرتی ہے

(5)

موجیں دکھا رہا ہے گنگ و جمن کا سنگم
اب کیا جلائیں گے طعنوں کی آگ والے
پی جائیں جامِ الفت پیاسے کہاں ہیں آئیں
دل کی لگی بجھانے اٹھے پراگ والے

(6)

تو جہاں میں عیشِ جنت پائے جا
ذکرِ دوزخ سے ہمیں دھمکائے جائے
رات دن سودا کیے جا کفر سے
رات دن ایمان کے گن گائے جائے

(7)

مذہب کے بھی چچو کا سہارا لوں گا
اپنے مطلب کی ناؤ کھینے کے لیے
اے دوست یہ لین دین آسان نہیں
سب کچھ دے دوں گا ووٹ لینے کے لیے

(8)

ادھر شرمندۂ تاثیر تقریریں نہیں ہوتیں
یہاں ہر شئی کی قیمت رات دن چڑھتی ہی جاتی ہے
کیے جاتے ہیں جس تیزی سے نظم و ضبط کے وعدے
گرانی بھی اسی رفتار سے بڑھتی ہی جاتی ہے

(9)

کیا غلط تصور ہے حریت کا بھارت میں
عقل کیا کہیں تھک کر سو گئی ہے کچھ دن سے
زر زمیں زن پہلے تھے فساد کا باعث
اب زبان بھی شامل ہو گئی ہے کچھ دن سے

(10)

بنی آدم ہیں سب لیکن یہ کیسی آدمیت ہے
فسادوں کے لیے دون کی دنیا میں بھی فرصت ہے
لڑائی اختلافِ مذہب و ملت پہ کیا معنی؟
جسے کہتے ہیں مذہب وہ محبت ہی محبت ہے

(11)

تجارت بڑھتی جاتی ہے محبت گھٹتی جاتی ہے
خدا کے منتخب مرکز سے دنیا اٹھتی جاتی ہے
جہاں بھی سلسلہ ہے فرقہ وارانہ فسادوں کا
وہاں اپنی چھری سے اپنی گردن کٹتی جاتی ہے

(12)

مطالبات کا دریا چڑھا ہوا ہے بہت
ہوئی ہیں ملک میں کتنی ریاستیں تعمیر
یہی رہے گا زبان و بیاں کا پاس اگر
نہ جانے کتنی زبانیں ابھی ہوں دامن گیر

(13)

نکلا ہے فتح کرنے پہاڑوں کو قافلہ
یہ بھی ضرور عزم و عمل کا نشان ہے
عزم و عمل کی راہ میں "بچھاوے" کو دیکھیے
ملک فتح کر رہے ہیں یہ پیری میں جان ہے

(14)

بشر کو ایٹمی طاقت پہ ناز کیا معنی — کہاں سے آئی یہ طاقت خدا کے حکم بغیر
ہر اک ذرہ اطاعت میں ہے کمر بستہ — وہ جس دیار کو چاہے بنادے غار دیر

(15)

وقت کے ہاتھ نے کیا خوب یہ الٹا ہے ورق — طالب علم بھی دیتے ہیں سیاست کا سبق
اب وہ تعمیر کا اقدام کہ تخریب کا ہو — ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق

(16)

خود کشی قتل فسادات الٰہی توبہ — یہ ہیں آزادی کے دن رات الٰہی توبہ
کل جو امیدیں تھیں آج ان پہ ہنسی آتی ہے — وہ خیالات یہ حالات الٰہی توبہ

(17)

سو تیر ہے نزولِ بلا تک پڑے ہوئے — آنکھیں کھلیں جو وقت کے تیور کڑے ہوئے
اربابِ حل و عقد کی منزل نہ پوچھیے — بیٹھے سب آ کے باتیں ہوئیں اٹھ کھڑے ہوئے

(18)

کیا مستقل مزاجِ حکومت ہے واہ واہ — تعریف کا مقام ہے بے ریب و اشتباہ
نازک ہے ہر لحاظ سے یہ دورِ حاضرہ — اتنے مطالبے ہیں کہ اللہ کی پناہ

(19)

بے انتہا ہے زیست کا بگڑا ہوا نظام — ان کا قصور کیا ہے جو بے چین ہیں عوام
چاروں طرف سے ایک ہی آواز ہے بلند — کب ہوگی قیمتوں میں اضافہ کی روک تھام

(20)

وسعت ہے جن کے قلب میں جو ہیں نظر بلند — ان کا وقار ہوتا ہے شام و سحر بلند
حق بات کہہ کے سب کی نگاہوں پہ چڑھ گئے — کیوں ہوں نہ پھر جہاں میں "چرن سنگھ"؎ سر بلند

؎ مرادآباد کے فساد پر اسمبلی میں چرن سنگھ کی حق گوئی کا واقعہ سن کر

(21)

اچھا ہے دل میں آپ کے ہے درد ویتنام
سب چاہتے ہیں جنگ کی ہوجائے روک تھام
اپنے وطن کے حالِ زبوں پر بھی اک نظر
اتنی تو فکر کیجئے کھائیں گے کیا عوام

(22)

کسی پرچہ میں دیکھی اک خبر جس کا یہ مطلب ہے
غریبوں کی پریشانی سے کچھ مطلب نہیں ہوگا
اضافہ خوردنی اشیاء میں چاہے جتنا ہو جائے
مگر موٹر کی قیمت میں اضافہ اب نہیں ہوگا

(23)

جدھر اٹھایئے نظریں زباں کا جھگڑا ہے
غرض یہ ہے کہ حکومت ہمارے ساتھ چلے
مطالبہ کا مگر یہ عجیب ہے انداز
زبان چل نہیں سکتی اگر تو ہاتھ چلے

(24)

خود کشی قتل کوئی حادثۂ سیر و سفر
زیست محفوظ گھروں کی ہے نہ بازاروں کی
صبح ہی صبح یہ ہے ذوقِ نظر کی دعوت
سرخیاں خون ہوئی جاتی ہیں اخباروں کی

(25)

زخمِ دل ناتواں سیو سینے دو
جی بھر کے مئے کشوں پیو پینے دو
کوشش بیجا ہے امنِ عالم کے خلاف
مفہومِ حیات ہے "جیو جینے دو"

(26)

سرکار یہ آزادئ جمہور نہیں ہے
دستور بہ اندازۂ دستور نہیں ہے
اِس دور میں رکشا کا چلانا بھی ہے مشکل
رکشا ہی ہماری تمہیں منظور نہیں ہے

(27)

سیم و زر کے جھاڑ سے منہ موڑ لیں
کیوں نہ ہر قیمت پہ رشتہ جوڑ لیں
تاک میں ہیں اچھے اچھے پاکباز
ڈال ہاتھ آئے تو ڈالر توڑ لیں

(28)

اچھا نہیں ہے روز نیا راگ چھیڑنا
بیجا ہے اتحاد کے مشرب سے دشمنی
بھارت خدا کے ماننے والوں کا ملک ہے
تحریک ریڈ گارڈ ہے مذہب سے دشمنی

(29)

اختلافِ مذہبی کے باوجود
ملک کی تنظیم کو سب ایک ہیں
اپنے بھارت کی حفاظت کے لیے
سارے مذہب اہل مذہب ایک ہیں

(30)

مالک ہے کوئی میرا اتنی خبر نہیں ہے
کہتے ہیں مجھ پہ احساں کیا مانتا نہیں ہوں
میرا گناہ سمجھے دنیا کہ بے گناہی
میں جانتا ہوں اس کو پہچانتا نہیں ہوں

(31)

مانا کہ ربط ہے مجھے سارے جہاں کے ساتھ
سن لو کہ یہ میرا دل ہے ہمیشہ زباں کے ساتھ
سارا جہاں حسین مرقع سہی مگر
ہندوستاں کی بات ہے ہندوستاں کے ساتھ

(32)

کیا حادثوں کا زور ہے اللہ کی پناہ
کل تک جو تھا سکون میسر نہیں ہے آج
انسان ہی مخالفِ انسانیت نہیں
فطرت بھی کائنات پہ چیں بر جبیں ہے آج

(33)

فکر کی زور آوری میں علم کے پندار میں
اپنی اپنی بانسری ہے اپنا اپنا راگ ہے
ایک شعلہ بن کے رہ جائے نہ یہ دنیا کہیں
جذبۂ حب وطن کیا ہے بھڑکتی آگ ہے

(34)

غلط کاری غلط کاری کا بدلہ ہو تو کیا حاصل
غلط انسان اپنے نفس کی تسکین کرتے ہیں
بڑے غافل ہیں جو قانون اپنے ہاتھ میں لے کر
خود اپنے ملک کے قانون کی توہین کرتے ہیں

(35)

اسیر جنگ لومبا کے قتل ہونے سے ۔۔۔ جسے بھی دیکھئے ہے اس بہیمیت کے خلاف
جو غیر ملک سے رکھتے ہیں اتنی ہمدردی ۔۔۔ فساد گھر کا بھی روکیں ذرا قصور معاف

(36)

ہمت و عزم تو ہے سعی کا امکان تو ہے ۔۔۔ عزتِ نفس ہے محفوظ یہ ایقان تو ہے
آپ سے زاویۂ فکر جدا ہے میرا ۔۔۔ بینک بیلنس نہیں تن میں مگر جان تو ہے

(37)

عمل کی جگہ انجمن سازیاں ہیں ۔۔۔ کھلونے بناتے ہیں بہلانے والے
مداوا ہے اتنا غریبوں کی خاطر ۔۔۔ ترس کھا رہے ہیں ترس کھانے والے

(38)

لاکھ فرقے ہوں خدا ایک ہے پیغمبر ایک ۔۔۔ ایک قرآن کی تنزیل کا اقراری ہوں
ایک قبلہ کی طرف سب کی پڑھاتا ہوں نماز ۔۔۔ وزن توحید سے کو زمین پہ میں بھاری ہوں

(39)

جو وطن کا دوست ہو اہل وطن کا غمگسار ۔۔۔ فرقہ وارانہ تعصب سے ہو جس کے دل کو عار
وہ جوانِ قوم جس کا حسن ہو انسانیت ۔۔۔ زندگی اس کی ہری موت ہے اس کا سنگھار

(40)

دولت برطانیہ بھی مضطرب ۔۔۔ امریکہ بھی ہے پریشاں روس بھی
رفتہ رفتہ ساری دنیا کے لیے ۔۔۔ ایک خطرہ بن گیا لاؤس بھی

(41)

دل مانتا نہیں کہ نہ تائید ان کی ہو ۔۔۔ جن کو ہے اپنی جان سے پیارا مطالبہ
انصاف کی یہ بات ہے سکھ حق پہ ہیں اگر ۔۔۔ اُن کا مطالبہ ہے ہمارا مطالبہ

(42)

دنیا کو اعتراف پڑوسی کے حق کا ہے
اس حد پہ آکے ختم ہے بیگانگی کی بات
سب کو پسند آئے نہ آئے یہ مشورہ
دل کو ضرور لگتی ہے نمبو دری کی بات

(43)

عمریں ہوئیں ہیں جن کی زر و سیم میں بسر
دیکھو تو ایسے درد کے ماروں کی خودکشی
کس موڑ پر یہ آج غذائی سوال ہے
حیرت میں ڈالتی ہے ستاروں کی خودکشی

(44)

انداز تو سوال کا ایسا بُرا نہیں
اللہ جانتا ہے اثر اُن پہ ہو نہ ہو
بیٹھے رہو کے بعد ہے دہلی چلو کی دوڑ
اس کا جواب خیر سے "آگے بڑھو" نہ ہو

(45)

کس درجہ بدنما ہے بنارس کا واقعہ
اچھا کیا سلوک یہ علم و ہنر کے ساتھ
تاریخ میں رہے گا لطیفہ کی شان سے
قدر اساتذہ بھی گھٹی قدر زر کے ساتھ

(46)

کسی سے پر چاپلوسی اور کسی پر رعب کی بارش
یہی اس دور کے کچھ لیڈروں کی رہنمائی ہے
حکومت اور پبلک میں بنے ہیں واسطہ لیکن
کہیں ہے بندگی ان کی کہیں ان کی خدائی ہے

(47)

کیپ ٹاؤن سے یہ آئی ہے خبر
کل "سیاست" میں اسے دیکھا گیا
یہ سنا ہے اک جواں لڑکی کا دل
اک جواں تقدیر بوڑھا پا گیا

(48)

ہر حکومت کے لیے وجہ سعادت بن جائے
ملک والوں کے لیے عین ضرورت بن جائے
حال کھل جائے جو سازش کا تو بدعت ٹھہرے
کامیابی جو میسر ہو تو رحمت بن جائے

(49)

سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ ماجرائے خطاب
کوئی خلاف ہو یا کوئی ہمنوائے خطاب
وہاں خطاب کی داد و دہش کے کیا معنی
جہاں مخالف دستور ہو عطائے خطاب

(50)

اضطرابی دور میں ہے ہر حکومت کا نظام
دیکھئے کب تک رہے تنظیم کہنہ کا قیام
نوجوانوں کا یہی رجحان ہے اب ہر طرف
روس کو تسلیم کیجیے امریکہ کو ہو سلام

(51)

اک مسلماں روس میں اسلام کا بدخواہ ہے
علم قرآں کو معترض کہتا ہے کیا گمراہ ہے
کام اس خودکام کا جو کچھ ہے ظاہر ہے مگر
واہ رے جبر مشیت نام عبداللہ ہے

(52)

نظم فطرت ہے یہی کچھ عیب ہوتا ہے ضرور
ہر فضا میں حسن کی صورت گری کے ساتھ ساتھ
یہ تعصب کی نگاہوں میں ہے سو عیبوں کا عیب
لفظ مسلم بھی ہے یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ

(53)

دوگانہ عید کا ملبوس نو چہرے پہ تابانی
گلے ملنا مسرت میں یہ سب کچھ سر بسر حق ہے
کوئی ماحول ہو سرمایہ داری ہو کہ مزدوری
اگر پاکیزگی ہے نفس میں بھی عید برحق ہے

(54)

صدر جمہوری ہو کوئی شاہ ہو یا ہو وزیر
ہم غریبوں کی طرح آرام سے سوتا نہیں
حکمراں ہوتی ہے خود اس پر سیاست وقت کی
درحقیقت وہ کسی پر حکمراں ہوتا نہیں

(55)

دل میں کیا درد تھا کیا جذبۂ ہمدردی تھا
جب تلک خیر سے بگڑے ہوئے حالات رہے
آج بیگانۂ پستی ہے بلندی جن کی
وہ بھی کل تک یہی کہتے تھے مساوات رہے

(56)

کتنے قائد کتنی تحریکیں ہیں کتنا اختلاف — اپنے بھارت کی زمیں میں ہے آج کل دشت مصاف
مستقل ہے صوبہ داری مسئلوں کا سلسلہ — یہ ترقی کے نہیں آثار گستاخی معاف

(57)

خلوص کی ترے اقدام میں کمی تو نہیں — خیال و خواب میں تدبیر برتری تو نہیں
جو ملک و قوم کی خدمت کو کھینچتی ہے تجھے — وہ زندہ باد کے نعروں کی دلکشی تو نہیں

(58)

دنیائے محبت میں ہے جلوہ نما بھارت — دیتا ہے زمانہ کو پیغامِ وفا بھارت
بے مصرف و نا واجب الزام نہ دے کوئی — ہو جائے اگر برہم بھارت ہے مہا بھارت

(59)

وہاں اے دوست کسی طرح سے روا ہے جشنِ آزادی — جہاں انسان ملک و قوم کی تفریق فرمائے
ہمارا قصد بھی ہے یوم آزادی منانے کا — اگر ہر ملک میں انسانیت کا راج ہو جائے

(60)

یہودی بھی یہاں ہیں پارسی بھی ہیں مسیحی بھی — ہر اک فرقہ اسی بھارت میں میٹھی نیند سوتا ہے
یہ ارباب نظر میں مسئلہ ہے غور کے قابل — تصادم جب بھی ہوتا ہے مسلمانوں سے ہوتا ہے

(61)

ہاتھ کیا آتا ہے تقریر کے ایوانوں سے — بات بنتی نہیں تحریر سے عنوانوں سے
درس و تدریس بہت اور عمل ہے مفقود — کام چلتا نہیں ان کاغذی انسانوں سے

(62)

وہ کیسی سرزمیں ہے جس میں یوں دن رات ڈھلتے ہیں — فقط دعووں کی حد تک شرع کے احکام چلتے ہیں
جہاں با ضابطہ ہے احترامِ کعبہ و زمزم — وہیں سے رقص و موسیقی کے بھی چشمے ابلتے ہیں

(63)

کتنے بھارت میں ہوئے سال کے اندر یہ فساد
پسی جائے گی مسلسل اقلیت کب تک
اب تو ارباب حکومت کوئی تدبیر کریں
منتخب لفظوں میں تبلیغ وہدایت کب تک

(64)

بمبئی تک آنے جانے میں کشش اک یہ بھی ہے
حسن فطرت رونما ہوتا ہے کس کس ٹھاٹ سے
محو ہو جاتی ہیں سب طولِ سفر کی زحمتیں
ریل گاڑی جب گزرتی ہے کھنڈالا گھاٹ سے

(65)

یہ فکر و نظر کی دنیا ہے عنوان بدلتے رہتے ہیں
سب زد یہاں امکان پہ ہے امکان بدلتے رہتے ہیں
امکان کا بھی چلتا نہیں بس عنوان دھرا رہ جاتا ہے
دنیا سے بڑی اک طاقت کے فرمان بدلتے رہتے ہیں

(66)

بھارت کی زندگی میں وہی انتشار ہے
جب دیکھیے فساد ہی بروئے کار ہے
درکار شت وشو کو ہے کتنا لہو بھی
اے چارہ گر دلوں میں کہاں تک غبار ہے

(67)

یہ عیش پر ہے بھروسہ یہ غم سے بے ربطی
نظر میں گردشِ لیل ونہار ہے کہ نہیں
اسی اصول پہ تسکین خواہشات کو دو
خزاں کسی کی، کسی کی بہار ہے کہ نہیں

(68)

یاد ہے عہدِ گذشتہ بھی ہمیں
آپ کا بھی عہد زیر غور ہے
سوچتے ہیں فیصلہ ہوتا نہیں
قابلِ تعریف کس کا دور ہے

(69)

ان اہلِ اقتدار سے کہنا ہے یہ ہمیں
چمٹے ہوئے ہیں شوق میں جو اپنی سیٹ سے
اس شغل سے ملے کبھی فرصت تو سوچئے
فرصت ملے گی ویسے کو کب ملہ بیٹ سے

(70)

اس مرتبہ ہوا ہے نئی شان سے ورود
لائے کہیں نہ کوئی خرابی مرن برت
اب سلسلہ چھڑے گا سوال و جواب کا
میداں میں آگیا ہے جوابی مرن برت

(71)

جسارت گرچہ یہ ترکِ ادب معلوم ہوتی ہے
نکل جاتی ہے منہ سے بات جب معلوم ہوتی ہے
کسی کا اشتیاقِ خودنمائی ہے مری ہستی
بظاہر اک عطائے بے سبب معلوم ہوتی ہے

(72)

ہندو پاکستان کا حل جل کے عنوانِ وقائع
یہ نئی تجویز بے چون و چرا دلچسپ ہے
جو مدبر ہیں مخالف اِس نئی تجویز کے
ان میں "بخشی جی" کا لہجہ بھی ذرا دلچسپ ہے

(73)

مرحبا ڈاکٹروں اور حکیموں کا وجود
پردہ بن جاتے ہیں اکثر یہ گنہگاری کا
شکر کی جا ہے کہ ماہِ رمضان آتے ہی
مل گیا سرٹیفکٹ رخصت بیماری کا

(74)

تجھ سے ہے رشتہ اخوت کا اگر
بے حسی میں رہ نہ جائے ٹوٹ کر
دانۂ گندم سے ہیں محروم آج
پھانکتے تھے کل جو موتی کوٹ کر

(75)

بہت برا ہے یہ شیوۂ منافقت ہے یہ
کہ دوستی کی ردا میں ہو دشمنی لپٹی
گوالکر[1] کا بیاں قابلِ ستائش ہے
کہی وہ بات کہ رکھتی نہیں لگی لپٹی

---

[1] گوالکر: ہندوستانی قائد

(76)

جھوٹ سچ سے قوم کو بھڑکائے جا   موڑکھوں سے لیڈری منوائے جا
اپنے دامن پر بھی چھینٹ آنے نہ دے   دوسروں کو خون میں رنگوائے جا

(77)

ابھی اس دور میں ایسے بھی کچھ انساں ہیں ورنہ   ہمارا حال کچھ ہوتا کسی کے چوٹ کیا لگتی
خدا کی شان کتنے راست گو حق آشنا نکلے   کسے امید یہ تھی کہ کوئی کہہ رے گا خدا لگتی

(78)

وطن سے عشق ہو انسانیت سے انساں سے   نصیب ہوتا ہے جو کچھ بھی جس کے بھاگ میں ہے
اگر یقیں نہ ہو "بھاوے" سے پوچھیے جا کر   عجیب لطف محبت کی دوڑ بھاگ میں ہے

(79)

کچھ رنگ شیروانی پہ ہولی کا پڑ گیا   چیں بر جبیں ہوا تھا کہ شرما گئی نظر
دیکھا جو میں نے غور سے اے دوست کیا کہوں   دھبے ملے گناہوں کے دامن پہ کس قدر

(80)

ہمیں تو خیر سے تبخیر بھی تھی نزلہ بھی   کسے خبر کدھر آیا کدھر گیا رمضاں
وہ ڈاکٹر کی عنایت ہو یا طبیب کی ہو   خدا کا شکر بہ عزت گذر گیا رمضاں

(81)

ہر چیز کی ہے نقل ہر اک شئی میں ملاوٹ   دنیا میں ہے کیا صنعت و حرفت کی ترقی
ہر فکر و نظر کے لیے ہے غور کے قابل   یہ علم کی کثرت سے جہالت کی ترقی

(82)

وہی سمجھیں گے اس الزام اس تنقید کا مقصد   جو اس کی بات کو کچھ بات کی تہہ تک سمجھتے ہیں
یہ بدعنوانیاں ایران کی دیمک سہی لیکن   بہت نقاد امریکہ کو بھی دیمک سمجھتے ہیں

(83)

اتحادی گیت اردو ہی میں گائے جائیں گے مثلِ ماضی شان ہوگی حال واستقبال کی
دے جزائے خیر اس اُردو کے حامی کو خدا کس قدر سندر تھی یہ تقریر سندرلال کی

(84)

بھوک ہڑتال ایسا نسخہ ہاتھ آیا ہے ہمیں جو ہر اک آب وہوا میں کارکن ہے بے عدیل
حق ہو یا ناحق ہو اپنی بات منوا لیجیے ہر مرض کی ہے، رو ہر ایک دعوے کی دلیل

(85)

قمار بازی ہو ناناوتی کے کیس میں بھی جوے کی بات کہاں سے کہاں پہ آٹھہری
کہا تھا کیا اسی دن کے لیے یہ شاعر نے کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

(86)

اہلِ زر جو ہیں انہیں زرکار جامہ چاہیے لیڈروں کو سوٹ واعظ کو عمامہ چاہیے
ہم سے تم کیا پوچھتے ہو عید کے دن بھی ہمیں ایک نامہ دوست کا اِک روزنامہ چاہیے

(87)

جتنی زمیں دبائی بڑھی خلق کی نمود اس طرح گرم وسرد جہاں کو سموتے ہیں
دعوت قبول کرلی ہے چواین لائی نے کچھ بامذاق آدمی معلوم ہوتے ہیں

(88)

رخصت ہے اب قدامت ہر سانس آخری ہے بے چین ہے تمدن تہذیب رو رہی ہے
کچھ بڑھ گیا ہے خطرہ بوڑھوں کی آبرو کا ہر نوجواں نے اپنی ٹوپی اتار لی ہے

(89)

وہیں تحریک ترک اسلحہ بھی وہیں ہے قوت بم کی نمائش
فضائے امن کیا پیدا کرے گی یہ دھمکی اور دم خم کی نمائش

(90)

محبت اتحاد و قوم کا جذبہ ہے بنیادی
دعا مانگو محبت کی بڑھے بھارت میں آبادی
تعصب فتنہ انگیزی گرانی ہوگی جب رخصت
منایا جائے گا اُس دن حقیقی جشنِ آزادی

(91)

کوئی ہے پوچھنے والا وطن میں
یہاں بے موت کتنے مر رہے ہیں
ذرا گھر میں بھی تو چل پھر کے دیکھیں
جو دنیا بھر کا دورہ کر رہے ہیں

(92)

بات ہو اختلاف آرا تک
نہ کہ لفظوں کی گرم بازاری
کس قدر بڑھ چلی ہے بھارت میں
"واک آؤٹ" کی تیز رفتاری

(93)

میری طرف سے کہہ دے کوئی یہ ان سے جاکر
کرتے ہیں جو ملاوٹ اشیائے خوردنی میں
سنگین جرم ہے یہ ہلکا اسے نہ سمجھیں
اس کا شمار بھی ہے بھارت کی دشمنی میں

(94)

تاگا جو محبت کا کبھی ٹوٹ گیا
دم بھر میں بنی بات بگڑ جائے گی
پہلے تو ہے جوڑنا ہی مشکل اے دوست
اور جُڑ بھی گیا تو گانٹھ پڑ جائے گی

(95)

چپراسی کا لفظ آج مطبوع نہیں
اس عہدے کو معتبر کہا جائے گا
کیا اردو زباں کی عزت افزائی ہے
چپراسی پیامبر کہا جائے گا

(96)

اہلِ جہاں نے آج گھٹا دی ہے قدرِ زر
ڈوبے ہوئے اگرچہ ہیں دولت کی چاہ میں
اُن کا ہے قول جن کا توکل خدا پہ ہے
بے قدر ہے ازل سے ہماری نگاہ میں

(97)

فطرت ہی آدمی کی ہے صورت گرِ وطن   دل کو نہ کیوں عزیز ہو ہر منظرِ وطن
تکلیف بھی اگر ہو تو آرام ہی سمجھ   بھارت کی سرزمیں ہے تری مادرِ وطن

(98)

ہر مرض کی ہے دوا ایک اکیلا نسخہ   بوعلی سینا بھی لکھ سکتے نہ ایسا نسخہ
جا ہو بے جا ہو نکما آتا ہے ہر کام اسے علت   بھوک ہڑتال کا ہاتھ آیا ہے اچھا نسخہ

(99)

بہت آساں ہے جلتی دھوپ کو برسات کہہ دینا   ضرورت ہو اگر جائز ہے دن کو رات کہہ دینا
بشر وہ غیر معمولی بشر ہے جس کا شیوہ ہو   سیاست کی فضا میں رہ کے سچی بات کہہ دینا

(100)

مشہور ہے تمدن و تہذیب میں جو ملک   تعریف کیا کرے کوئی اس کے نظام کی
بدنام کر رہا ہے وہ انسانیت کا نام   اب تک نہ جنگ بند ہوئی ویٹنام کی

(101)

عقل سے انسان کوسوں دور ہے   اپنے عہدے پر اگر مغرور ہے
اب وہ پیراسی ہو کوئی یا وزیر   کام کی اجرت جو لے مزدور ہے

(102)

نشۂ دولت کا اتر جائے تو جنت ہو جائے   ظلم کی آگ ٹھٹھر جائے تو جنت ہو جائے
میرے سر آنکھوں پہ جنت کی توقع لیکن   یہی دنیا جو سنور جائے تو جنت ہو جائے

(103)

کیسا بدل گیا ہے بڑے بھائی کا مزاج   مشکل نہیں زبان کی ہے روک ٹوک بھی
پھرتے تھے ننگے پاؤں ابھی کل کی بات ہے   جوتی بھی اب ہے پاؤں میں جوتی میں نوک بھی

(104)

آسائشِ وطن کی ہر اک کو جستجو ہے — جائیں گے کیوں یہاں سے یہ کیسی گفتگو ہے
اچھے ہوں یا بُرے سب مل کے رہیں گے — اب اتحاد ہی میں اِس گھر کی آبرو ہے

(105)

ترقی کا سبق بھارت کی پبلک پڑھتی جاتی ہے — سیاست اس کی دنیا کی نظر پر چڑھتی جاتی ہے
نکل جائے گی اک دن ہند میں ہر ملک سے آگے — گرانی بڑھ گئی ہے بڑھ رہی ہے بڑھتی جاتی ہے

(106)

کر دیتا ہے انسان اک انسان کو قتل — لغزش کبھی ایسی بھی ہوا کرتی ہے
اُس قوم کے سنگ وسخت دل کو دیکھو — جو دوسری قوم کو فنا کرتی ہے

(107)

تحریک لے کے آئے ہیں گورا بہت نئی — جمہوریت ہو اور جماعت نہ ہو کوئی
اتنا بڑھا خلوص تو آئے گا وہ بھی دن — پابند حکم سب ہوں حکومت نہ ہو کوئی

(108)

اقبالؔ نے کیا ہے جو محکم یقیں کا ذکر — سو سنترا کا آج وہی ہے اصول کار
امید کو یقیں سے بدلتے ہیں اس طرح — دستور بن گیا ہے یہاں قبل اقتدار

(109)

قدرتاً حصہ ہے دونوں کا برابر ملک میں — لاکھ بیگانہ کوئی سمجھے یہ جب بھی ایک ہیں
غیر کا ہے قول اس کو مارک کر لیجئے ذرا — "مارک" فرماتے ہیں اردو اور ہندی ایک ہیں

(110)

اخبار پڑھ کے مجھ سے یہ اک دوست نے کہا — کس سے کہیں کہ کوئی علاج اس کا کیجئے
بڑھتی ہی جارہی ہے یہ تعدادِ خودکشی — جی چاہتا ہے اپنا گلا گھونٹ لیجئے

(111)

یوں دماغ و دل میں سب کچھ ہے خدا کے فضل سے
ولولے پرواز کے ہیں حوصلے تیزی کے ہیں
واقعہ یہ ہے ابھی آزادیٔ کامل نہیں
پہلے تھے انگریز کے قیدی اب انگریزی کے ہیں

(112)

ہر اک فضا میں گنہگار بیش و کم ٹھہرے
رہے یہ حال تو سینوں میں کیسے دم ٹھہرے
نوازشوں کا تسلسل ارے خدا کی پناہ
کہیں فساد ہوا ذمہ دار ہم ٹھہرے

(113)

کس طرح مٹے ہند سے یہ فرقہ پرستی
تقریر ہی تقریر ہے تدبیر نہیں ہے
حق بھی ہے زبانوں پہ تو اس کا ہے یہ عالم
الفاظ ہی الفاظ ہیں تاثیر نہیں ہے

(114)

ان کا یہ دور عیش سلامت
بیٹھے ہیں ہم سے کیوں منہ موڑ کے
یہ تو کچھ ایسی بات ہے جیسے
نام بڑا اور درشن تھوڑے

(115)

ذہنی ترقیوں کا یہ عنواں ہے دوستو
یہ کانگریس کا فتح نمایاں ہے دوستو
ذاکر حسین ہوگئے جمہوریہ کے صدر
اب اتحاد ملک درخشاں ہے دوستو

(116)

بھارت تمھارا دیس ہے اے طالبانِ علم
سن لو ذرا جو میری گزارش کا ہے نچوڑ
ایسا ہے اپنے دیس میں تخریب کا عمل
جیسے خود اپنے گھر میں کرے کوئی توڑ پھوڑ

(117)

کیسی خموشی کیسے اشارے
ہم حق کہیں گے ہانکے پکارے
سیکھے نہیں تم احساں کرنا
مرتے نہیں ہم تلوار مارے

(118)

قوم ہو اگر زندہ فرد فرد زندہ ہے — اہلِ دل کو دنیا میں اور چاہیے اب کیا
اپنی زندگی کو جو زندگی سمجھتے ہیں — وہ غریب سمجھیں گے زندگی کا مطلب کیا

(119)

تقریر و نغمہ کاری و تزئین و روشنی — وابستہ کیا انھیں سے شعورِ حیات ہے
جمہوریت کا جشن ہی ہوتا رہا تو کیا — جمہور کو سکون بھی کچھ ہو تو بات ہے

(120)

بمبئی حرفِ محبت کا بھی مصرف ہے کہیں — ایک طوفانِ تجارت عمل و قول میں ہے
دم گھٹا جاتا ہے اس داد و ستد سے میرا — سانس لینا بھی تو مشکل ترے ساحل میں ہے

(121)

مطرب بزمِ سیاست کچھ خبر بھی ہے تجھے — غم کے ماروں کی ہے کثرت تنگی کے سحر پر
کیا اثر الٹا ترے اندازِ فن کاری کا ہے — فتنے بڑھتے جا رہے ہیں امن کی آواز پر

(122)

زہے بنیاد تقسیمِ لسانی — سب اپنا اپنا حق جتلا رہے ہیں
کہیں اک دن برس جائیں نہ کھل کر — اکالی دلی کے بادل چھا رہے ہیں

(123)

اپنی اپنی ہر ایک کہہ جائے گا — ہر ضرب نئی سامعہ سہہ جائے گا
مٹ جائیں گی ساری اشتراکی قدریں — اسلام کا اشتراک رہ جائے گا

(124)

کتنے ہیں وہ فسانے جو بن گئے حقیقت — کتنی حقیقتوں کو رسوا کیا خدا نے
دنیا سمجھ رہی ہے یہ روس امریکہ — بس دو حقیقتیں ہیں باقی ہیں سب فسانے

(125)

نونہالوں کے لیے یہ درس کی تنظیم ہے
علم کی حد تک فقط ابہام ہے تفہیم ہے
تربیت اک لفظ بے مفہوم ہے اس دور میں
جس طرف بھی دیکھیے تعلیم ہی تعلیم ہے

(126)

مال حاضر تھا جان حاضر تھی
ختم لیکن یہ سلسلہ نہ ہوا
وہ خریدار تھے ضمیر کے بھی
میرا ان کا معاملہ نہ ہوا

(127)

محاذ جنگ ہو، اے ہم وطن یا صلح کی منزل
وقار اپنا ہو، جس میں وہ رہے پیش نظر صورت
حقیقت کیا ہے زندگی، جان بھی قرباں کریں گے
وطن کی لاج رکھتے ہیں، بہر قیمت بہر صورت

(128)

جس دل پہ محبت کی ہو چھاپ اچھا ہے
دنیا اچھی ہے تو جو آپ اچھا ہے
سو بات کی ایک بات سن رکھ اے دوست
جھگڑا ہے بُرا میل ملاپ اچھا ہے

(129)

فطرت کے نظام سے ہے کتنا غافل
دو روز کی زندگی پہ پھولا ہوا ہے
انسان کو قتل کرنے والا انسان
کیسا اپنی اصل کو بھولا ہوا ہے

(130)

کیا ہے انسان اک انسان کو قتل
لغزش کبھی ایسی بھی ہوا کرتی ہے
اس قوم کے سنگ وخت دل کو دیکھ
جو دوسری قوم کو فنا کرتی ہے

(131)

بے انتہا ہے زیست کا بگڑا ہوا نظام
ان کا قصور کیا ہے جو بے چین ہیں عوام
کب ہوگی قیمتوں میں اضافہ کی روک تھام
چاروں طرف سے ایک ہی آواز ہے بلند

(132)

یہ سنتے ہیں کیا پر نام گاندھی جی نے قاتل کو
رہے گی ہند کی تاریخ میں یہ داستاں باقی
سلام اس کو نہ سمجھو قوم کے منہ پر طمانچہ ہے
قرینہ ہے کہ صدیوں تک رہے جس کا نشاں باقی

(133)

کیوں کر نہ ارتباط وفا کے چلن سے ہو
انساں وہ کیا جسے نہ محبت وطن سے ہو
عزت رہے وطن کی محبت ہے اس کا نام
وہ جنگ ہو کہ صلح مگر بانکپن سے ہو

(134)

جو لوگ سیم و زر کے مہروں سے کھیلتے ہیں
مل جل کے وقت کی اب گاڑی دھکیلتے ہیں
لاکھوں کا کر رہے تھے دل کھول کر جو سودا
دوکانیں بند کر کے اب تاش کھیلتے ہیں

(135)

فطرت ہی آدمی کی ہے صورت گرِ وطن
دل کو نہ کیوں عزیز ہو منظرِ وطن
تکلیف بھی اگر ہو تو آرام ہی سمجھ
بھارت کی سرزمیں ہے تری مادرِ وطن

(136)

متاعِ حال قرباں کر کے مستقبل بنانا ہے
بڑی ہل چل ہے دنیا میں بڑا نازک زمانہ ہے
تفکر سے تدبر سے قلم سے زور سے زر سے
کسی صورت بھی ہو بھارت کی عزت کو بچانا ہے

(137)

کیوں کر نہ کرے ناز و فصاحت اردو
سرمایۂ صد عزت و حرمت اردو
ہندی کی مٹھاس اور عربی کا اجلال
رکھتی ہے عجب طرح کی شوکت اردو

(138)

ارمان ہو لیکن نہ نکلنے والا
دل ہو نہ کبھی مگر بہلنے والا
ہستی ہے مثالِ شمع میری اے انجم
دن کو خاموش شب کو جلنے والا

(139)

حیرت ہے اگر پھول ہو خوشبو کے خلاف — شانہ کی روایات ہوں گیسو کے خلاف
دنیا کی ذرا ستم ظریفی دیکھو — اردو ہی میں گفتگو ہے اردو کے خلاف

(140)

کر مشق طلاقت وفصاحت اے دوست — مل جائے گا منصب سیاست اے دوست
تدبیر کا ذکر بے محل ہے بالکل — تقریر کی ہے آج حکومت اے دوست

(141)

اب بھی ہیں دنیا میں مذہب سینکڑوں — مرنے جینے کو خدا کے نام پر
دیدنی ہے انتخاب ریڈ گارڈ — پہلا حملہ مذہب اسلام پر

(142)

اللہ کے وجودِ ذی جود کا عقیدہ — سنتے ہیں ہوا ہے سارے جہاں سے رخصت
یہ سب صحیح لیکن اتنا تو ہم کہیں گے — آخر میں سب کے ہوگا ہندوستان سے رخصت

(143)

اچھی چلی ہے نشۂ مئے کے خلاف بات — انسانیت کی دشمنِ جاں ہے یہ بدصفات
بھارت میں دن اک ایسا بھی آئے خدا کرے — کرسی کے اور عہدہ کے نشہ سے ہو نجات

(144)

تشدد کے رستہ سے حق مانگتے ہیں — عوامی افق کی یہ بیداریاں ہیں
حکومت سے غیروں کی آزاد ہوکر — گرفتاریاں ہی گرفتاریاں ہیں

(145)

خاص ہستیاں ہیں دو اس جہانِ فانی میں — اک طبیب جسمانی اک طبیب روحانی
کس قدر اہم ہوں گی ذمہ داریاں ان کی — جن کی سرپرستی میں ہے مزاجِ انسانی

(146)

صلح کر لیتے ہیں یوں بھی صاحبانِ علم دو — میں تمہیں قبلہ کہوں اور تم مجھے قبلہ کہو
یوں سمجھ لیجے اسے اک فارسی کی ہے مثل — من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو

غدیری قطعات

(1)

بدنام جگسار ہوں برنا و پیر میں
اتنی پلا نہ جلسۂ عید امیرؑ میں
ساقی کسی کو نشہ میں دل مانتا نہیں
دونوں جہاں کہیں نہ ڈبودوں غدیر میں

(2)

تبلیغ کو رہبر ہمہ گیری بنا دیا
بنیادِ کائنات امیری بنا دیا
اس لحن اُس زبان اُس آیت کے میں نثار
قرآں کی لے کو جس نے غدیری بنا دیا

(3)

معلوم تو ہوگا تجھے ہم رندوں کا عالم
غم اپنے لیے سال میں سو روز ہے ساقی
ہو تیری اجازت تو عزا دار حسینؑ
ہنس بول لیں کچھ آج کہ نوروز ہے ساقی

(4)

سرِ تقویم پہ ہے تاج یا نوروز ہے ساقی
غدیری میکشوں کا مدعا نوروز ہے ساقی
یہی تو دن ہے تیری ظاہری مسند نشینی کا
جبھی تو سال کا فرمانروا نوروز ہے ساقی

(5)

سکون دل کے لیے کچھ پیام آجائے
کبھی زباں پہ ہمارا بھی نام آجائے
غلام جمع ہیں در پہ سلام کی خاطر
خدا کرے کہ جوابِ سلام آجائے

(6)

شگفتہ مثلِ گل چہرے ہیں آثارِ حسینی میں
خوشی کیونکر نہ ہوگی آج سرکارِ حسینی میں
کہاں جاتا ہے راہِ راست میں تجھ کو بتاتا ہوں
غدیری جشن ہے اے دوست دربارِ حسینی میں

(7)

تقسیم جو ہونے لگی صہبائے غدیر
سینوں میں حسد کے آبلے بیٹھ گئے
قرآن بھی نہ پھر حلق سے نیچے اترا
جو پی نہ سکے ان کے گلے بیٹھ گئے

تصوفی قطعات

(1)

وہ راہِ محبت میں جانکاہیاں کیں ہم ایسے فقیروں نے بھی شاہیاں کیں
اسی دل سے عہدِ جوانی گزارا اسی ٹوٹے پیالے پہ جم جاہیاں کیں

(2)

انسانیت میں پاک ضمیری کا لطف ہے مغلوب ہو جو نفس تو پیری کا لطف ہے
عمامہ و عبا میں نہ احرام میں ہے فقر دل بھی فقیر ہو تو فقیری کا لطف ہے

○

فارسی قطعات

(1)

از دبستانِ حق دبیر آمد بزبانِ قلم صریر آمد
ساقیا جامہائے نور بیار بادۂ پیائے الغدیر آمد

(2)

دمِ عیسیٰ نمود اختیارِ موسیٰ کاظمؑ جمالِ یوسفیؑ آئینہ دار موسیٰ کاظمؑ
فدا گلزارِ ابراہیمؑ صدقے صبرِ ایوبؑ جلالِ موسیٰ عمران نثارِ موسیٰ کاظمؑ

متفرق قطعات

(1)

انیسؔ غم کدۂ کربلا کے سجدہ گزار ترا کلام ہے یا مرثیت کے لیل و نہار
یہ راز تو نے بتایا ہے اہلِ عالم کو نہ ہو یہ درد جو دل میں تو زندگی بے کار
شعورِ فکر نے غیروں پہ بھی کیا یہ اثر کہ گوشے گوشے میں انسان ہو گئے بیدار
سنی سنائی نہیں بات آنکھوں دیکھی ہے کہ ہندوؤں کو بھی دیکھا گیا ہے سینہ فگار
خصوصیات بہت کچھ ترے کلام کی ہیں ترے کلام سے پیدا ہوئے وہ نقش و نگار
ترے کلام سے اردو زباں کا وزن بڑھا محاورات کا یکجا لگا دیا انبار

(2)

قدر دانی جس کو کہتے ہیں اسی کا نام ہے دیدنی ہوگا یہ دن حسنِ عمل کے زور کا
کیا تعجب ہے صدا دے قوم کو قبرِ انیسؔ جشن صد سالہ مبارک ڈاکٹر ٹیگور کا

(3)

چادرِ گل سے سجیں قبریں امیرؔ و داغؔ کی قدرداں ہے قوم یہ مر کر بھی پھولوں میں تلے
دیکھ لو دونوں کے مدفن کیا انیسؔ اور کیا دبیرؔ "برمزارِ ما غریباں نے چراغ نے گلے"

(4)

جو اہلِ دل ہیں سمجھتے ہیں وہ مقامِ انیسؔ یہ فنِ مرثیہ گوئی میں اہتمامِ انیسؔ
حسینیت کی خدمت انیسؔ نے کی ہے رہے گا تا بہ قیامت بلند نامِ انیسؔ

(5)

ہر قلب میں ہے عزت و تکریمِ مساوات ہر قوم ہے اب حامیِ تعلیمِ مساوات
اس رازِ محبت سے نہ تھا ایک بھی واقف اسلام نے کی خلق میں تقدیمِ مساوات

(6)

واجب ہے مسلمان پہ تعظیمِ مساوات قرآن نے دی ہے ہمیں تعلیم مساوات
بنیاد محبت ہے یہی نقطۂ محبوب کیوں مرکز اسلام نہ ہو میم مساوات

(7)

کیا مسافر نوازیاں کی ہیں رہیں احباب اپنے شاد آباد
گھر ہے یہ منتوں مرادوں کا اور آباد ہو مراد آباد

(8)

سب ہیں اس جگ میں جیتے جی کے کارن ہم بیت نہ کرتے تھے اسی کے کارن
آئی ہے اجل ساتھ لیے جاتی ہے ساجن سے بگڑ گئی سکھی کے کارن

(9)

سنسار کی ریت ناپی جوکھی سمرن مالا کا وہ پھیر وہ انوکھی سمرن
ہم جانیں سکھی ہمارا سائیں جانے من کی سمرن ہے سب سے چوکھی سمرن

(10)

ٹھہر ٹھہر کے دو عالم ہلائے دیتی ہے ترے لبوں پہ نہیں تیرے اختیار کی لے
نشاط میں کہیں سامان غم نہ ہو جائے بدل گئی ترے نغمہ سے آبشار کی لے

(11)

مجھے نزاکتِ ہستی بڑھانے والے نے فضائے عشق میں قیدی بنا کے چھوڑ دیا
بتوں نے کی تھی مری سمت بھی نگاہِ کرم مگر خدا کا گنہ گار پا کے چھوڑ دیا

(12)

بہت ٹھوکریں کھائیں گے کھانے والے محبت کی دولت کو ٹھکرانے والے
اسی باغ کے پھول ہیں کیا دعا دیں سلامت رہیں آگ بھڑکانے والے

(13)

اشکِ حسرت متصل بہتے رہے
اور غم بالائے غم سہتے رہے

اک مزے کی نیند لے لی آپ نے
جب تلک ہم دردِ دل کہتے رہے

(14)

حقیقتیں ہیں یہ دونوں خیال و خواب نہیں
تمہارے حسن مرے عشق کا جواب نہیں

غمِ فراق میں بھی ہے سکون کا عالم
ہمیں یہ پاسِ وفا ہے کہ اضطراب نہیں

(15)

وہم کی صورت گری کا سلسلہ بڑھتا رہا
زندگی گھٹتی رہی اور راستہ بڑھتا رہا

سعیٔ سولاً میں جتنی جستجو بے سود کی
فصل اتنا منزلِ بے فصل کا بڑھتا رہا

(16)

رواں تھا راہِ غلط پر جو قافلہ نہ رہا
جو غاصبوں نے کیا تھا معاملہ نہ رہا

ازل کا سلسلۂ منتخب رہا قائم
وہ خانہ ساز خلافت کا سلسلہ نہ رہا

(17)

حجاز سے ہوئی رخصت عراق کو چھوڑا
پناہ ترک میں آئی عرب سے منہ موڑا

ملا نہ کوئی جنازہ اٹھانے والا بھی
کہاں خلافتِ ناحق نے جا کے دم توڑا

(18)

قبرِ مومن سے خدا رکھے نکلتا ہے وہ نور
چار جانب ہے تولا کی فضا پھیلی ہوئی

کیوں ہمارے کنجِ مرقد میں سمٹ آئے نہ خلد
اس زمیں پر جب ہے خاکِ کربلا پھیلی ہوئی

(19)

سراجِ ملت تھا بنے افرادِ ملت میں
وہ محنت کی ولا کے گلشن کی زیب و زینت میں

جبھی تو میر مومن مومنوں میں میر کہلائے
امیر المومنین کے خاص خادم ہیں حقیقت میں

(20)

زہے مدارجِ نور الہدیٰ وہ شاہِ چراغ
جو دے گئے تھے ہمیں ہے وہ زندگی باقی
بہت چراغ جلے اور بہت چراغ بجھے
مگر ہے ان کے چراغوں کی روشنی باقی

(21)

ہر ذہن میں روشن ہے پیامِ غالبؔ
ہر دل میں ہے آج احترامِ غالبؔ
ہم کو بھی یہ فخر ہے کہ اس دور میں ہیں
جس دور نے سمجھا ہے مقامِ غالب

(22)

چشمہ کی طرف صبح ابلتی ہوئی دیکھی
سورج کی کرن برف پہ جلتی ہوئی دیکھی
مشرق کے مسافر نے جہاں آنکھ دکھائی
چاندی سی پہاڑوں پہ پگھلتی ہوئی دیکھی

(23)

دور تجھ سے جلوہ جانانہ کشمیر ہے
مسلم کشمیر تو بیگانۂ کشمیر ہے
وہ کہاں شامِ نشاط و صبحِ شالیمار میں
جو ترے احساس میں افسانۂ کشمیر ہے

(24)

پھولوں کے جگہ جگہ نشیمن دیکھے
کشمیر کے جنگلوں میں گلشن دیکھے
پھوٹی ہوئی انسانوں کی قسمت دیکھی
ٹوٹے ہوئے شاعروں کے مدفن دیکھے

(25)

ہم تو ہیں کاش تم بھی آجاؤ
ہر نظر حسن آفریں ہوجائے
ہائے کشمیر و جنتِ کشمیر
آشیانہ یہیں کہیں ہوجائے

(26)

کچھ یاد ہے کشمیر میں سبزہ پہ لب جو
ساغر میں بھری تھی مئے انگور بہادی
اتنا کسی انسان نے پیا ہوگا نہ پانی
جتنی مجھے کافر تری آنکھوں نے پلادی

(27)

بہار خطۂ کشمیر اے معاذ اللہ
گلوں کا ایسا خزانہ کہیں نہیں دیکھا
نظر کو جان بچاتے ہوئے یہیں پایا
زمیں کو لعل اگلتے ہوئے یہیں دیکھا

(28)

تائید جو ہندوؤں نے فرمائی ہے
ممنون ہر ایک حق کا شیدائی ہے
کل پریم کی متھرا میں بجی تھی بنسی
آج اس کی صدائے بازگشت آئی ہے

(29)

چُن چُن لیے دنیا نے جواہر ریزے
کیا کیا نہ دُرِ بیش بہا ہات آئے
عالم ہوا اخلاقِ حسن سے معمور
اسلام کے ساتھ عدل و مساوات آئے

(30)

اک ساکنِ دیر نے پوچھا مجھ سے
تقلیدِ نبیؐ کے کچھ نشاں ملتے ہیں
اسلام بہت خوب ہے مذہب لیکن
اے دوست مسلمان کہاں ملتے ہیں

(31)

یہ خوشنما عمارت یہ نقش ساحرانہ
سلام لیجئے مولاؐ غلام حاضر ہیں
دنیا کی دولتیں سب گرجاتی ہیں نظر سے
جس وقت دیکھتا ہوں یہ علم کا خزانہ

(32)

توجہات کے سب تشنہ کام حاضر ہیں
بصد نیاز حضورِ امامؑ حاضر ہیں
اسی امید میں یہ سال بھر گذار ہے
سلام لیجئے مولاؐ غلام حاضر ہیں

(33)

وہ اس انداز سے نکلے کہ لاکھوں انگلیاں اٹھیں
ہلالِ عید آخر کیوں کسی معشوق سے کم ہو
کرے اغماض پھر کیوں کر نہ وہ صورت دکھانے میں
جو صرفِ شوق دنیا ہو جو محوِ دیدِ عالم ہو

(34)

ان کو ستم کشانِ زمانہ سے کیا غرض
ہے منعموں کو عید فقط مال و زر کی عید
میں رو دیا تھا دیکھ کے کپڑے پھٹے ہوئے
دیکھی ہے انجم میں نے کسی بے پدر کی عید

(35)

چلے مل جل کے دونوں سالِ نو کی پیشوائی کو
فدائی کانگریس کے لیگ کی محفل کے مستانے
خدا رکھے یہ اندازِ محبت کس نے دیکھے تھے
انھیں سکھلا دیا کس نے گلے ملنا خدا جانے
خدا میں تو ہے سب قدرت وگرنہ انجم حق یہ ہے
کہاں زنار کا ڈورا کہاں تسبیح کے دانے

(36)

جب کبھی خانۂ اللہ میں دیکھا کرے
سر بہ سجدہ کوئی دو چار ہی انساں نکلے
ہم سمجھتے تھے مسلمان بہت کم ہیں یہاں
عید کے دن تو مسلماں ہی مسلماں نکلے

(37)

ادا ہوتا نہیں جب فرض تو سنت سے کیا حاصل
یہ صاحب وضعِ ناحق سر پہ اتنا بار لیتے ہیں
اترتی ہی نہیں پتلون جن کی ایک لمحہ کو
وہ کیوں کر عید کے دن ٹکریں دو مار لیتے ہیں

(38)

عزت سے آبرو سے بٹھائے گئے ہیں ہم
چھ بار اس دیار میں آئے گئے ہیں ہم
دو چار سال تک یہ نہ آنے کی ہے سزا
قیدی بنا کے شان سے لائے گئے ہیں ہم

(39)

نہ دیکھی اور نہ قید ایسی سنی ہم نے فسانوں میں
کمی آنے نہ پائی کچھ حکومت کے خزانوں میں
زہے حسنِ تدبر گھر ہی مظلوموں کو زنداں تھے
کہ دولت ایک دن پابند رکھا ہے مکانوں

(40)

دے کے یہ دولت کوئی لیتا ہے ناداری کہیں
یوں بھی ممکن ہے بھلا ترکِ وفاداری کہیں
حبِ اہلبیت شامل جن کے آب و گل میں ہے
وہ مسلماں چھوڑ سکتے ہیں عزاداری کہیں



مرزا تجمل حسین نجم آفندی

ولادت 1893 وفات 1975